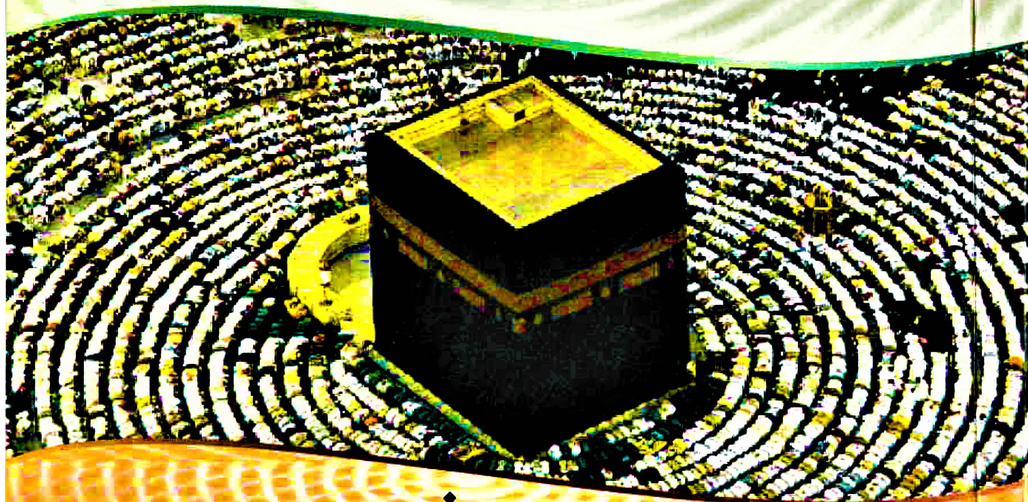
بے شک نماز گندگیوں اور برائیوں سے روکتی ہے (سورہ عنکبوت آیت ۴۵)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (بخاری ۸۸/۱)

قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہؓ کے آئینہ میں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی

پسندیدہ نماز



مرتب : مفتی میر رضوان اللہ

قرآن وحدیث اور آثار صحابہؓ کے آئینہ میں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی

پسندیدہ نماز

مصنف

مفتی میر رضوان اللہ

ناشر

مجلس علمیہ آندھرا پردیش

کتاب ملنے کے پتے

۱- مکتبہ کلیمیہ، رحمٰن کامپلکس، یوسفین چوراستہ، نامپلی، حیدرآباد

۲- مکتبہ ابن کثیر، پانی کی ٹانکی مغلپورہ، حیدرآباد ۳- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی مغلپورہ، حیدرآباد

۴- فضل بکڈپو، جامع مسجد ملے پلی، حیدرآباد ۵- ہندوستان پیپرایمپوریم، مچھلی کمان حیدرآباد

سوزِ دل

اِس وقت امت مسلمہ جس نازک ترین دور سے گذر رہی ہے اس سے ہر مسلمان کا دل بے حد غمگین اور نہایت بے چین و بے قرار ہے، ایک طرف عالم اسلام پر قادیانی وعیسائی مشنریز کی یلغار ہے تو دوسری طرف مسلم ملکوں پر ظالمانہ خونخوار حملے ہیں، ایک طرف ٹی وی وانٹرنیٹ مسلم معاشرہ سے شرم وحیا کا جنازہ نکال رہے ہیں تو دوسری طرف اسکول وکالجوں کا گندہ اور مخلوط ماحول، غیر اسلامی تعلیمات اُنکے رہے سہے ایمان کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، جہالت وغربت نے پہلے ہی بدحال کر رکھا تھا کہ گمراہ فرقوں کی شرانگیزیوں نے مزید ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا، ملک کے معصوم ذہنوں میں بڑھتی مسلم دشمنی کا بھوت اسکے علاوہ ہے۔ اِن پریشان کن حالات میں جب کہ امت کو اتحاد واتفاق کی سخت حاجت اور غیر اہم مسائل کو نظر انداز کر کے حقیقی اور اصلی دشمن کا دانشمندی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ ضرورت ہے رفع یدین، قرأت خلف الامام اور آمین وغیرہ چھوٹے مسائل کو چھیڑنا اور ایک ہی شق کو حق قرار دینے کیلئے ہزاروں صفحات اور موٹی موٹی کتابیں لکھنا، مناظروں اور جلسوں میں کروڑوں روپیہ اور امت کا قیمتی وقت خرچ کرنا نہ صرف اسلامی تعلیمات اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ وطریقۂ صحابہؓ کے خلاف ہے بلکہ انتہائی نادانی اور آئندہ کی نسلوں کے ساتھ ظلم بھی ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہیکہ مسلمانوں ہی کا ایک طبقہ وقت کے تقاضے کے خلاف اِنہیں معمولی مسائل کو کفر وایمان کا معیار بنا کر امت میں انتشار واختلاف پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس طبقہ کے بعض افراد کا محبوب مشغلہ اپنی جہالت وبے علمی پر ناز کرنا اور دوسروں کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت کا سرِ عام مذاق اڑانا ہی ہے۔

جب کہ یہ حقیقت دن کے سورج کی طرح روشن ہے کہ مذکورہ فقہی اختلافات آج کل یا چند صدی پہلے کے نہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت ہی سے چلے آ رہے ہیں، دلائل کی بنیاد پر فقہی مسائل میں اختلاف اُن حضرات کے درمیان بھی تھا، چونکہ بعد کی پوری امت انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاگرد تھی اسی لئے یہ اختلافات پوری امت میں عام ہو گئے اور اسی کے نتیجے میں مسلمانوں میں چار مشہور فقہی مَسْلَکْ وجود میں آئے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یہ دفقہی اختلاف' امت کے درمیان نہ کبھی کفر وایمان کا ترازو بنا نہ حق وباطل، جنتی اور جہنمی کی پہچان قرار پایا، نہ کبھی انہوں نے اپنی مسجدیں الگ الگ بنائیں نہ دوسرے مَسْلَک کے افراد کو اپنے مسلک میں شامل کرنے کے لئے اپنی مساجد میں روپیئے تقسیم کئے، نہ کبھی ایک دوسرے کو بے نمازی کہا نہ دوسروں کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے غیروں کی عیاری کہیں یا اپنوں کی سادگی کا نام دیں کہ ہندوستان پر انگریزوں کے منحوس اقتدار کے دور میں فقہی اختلاف کو لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنا دیا گیا اور بعض مسائل کو خاص طور سے اس قدر اچھالا گیا کہ مسلمان آپس میں

ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، متفقہ مسائل بھی اختلافات کی نذر ہو گئے، انتہائی قابل اعتماد علمی شخصیات نا قابل اعتبار ہو گئیں، حتیٰ کہ جس شخص کو صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کا مطلب بھی نہیں معلوم وہ بھی علم وعمل کے عظیم پیکروں کی شان میں بیباکی کے ساتھ نازیبا الفاظ کا استعمال کرنے اور ان کی علمی محنتوں کو پائے حقارت سے ٹھکرانے لگا۔

آج سے چند سال پہلے کی بات ہے، رمضان کا مقدس مہینہ اور اخیر عشرہ کی غالباً تیئیسویں تاریخ کی مبارک شب تھی، ایک دوست کی دعوت پر ایک تقریر میں شرکت کا اتفاق ہوا، مقرِّر کی تقریر کیا تھی؟ عالم اسلام میں صدیوں سے رائج چاروں عظیم اماموں کی تقلید کے خلاف شر انگیز اور خلاف حقیقت باتوں کا طومار، تقلید کی غلط تعبیر وتشریح اور اس کی مذمّت میں آیات واحادیث اور اقوالِ سلفؒ کے بے جا استعمال کی بدترین مثال۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حق مسلک اور احناف کے خلاف آبائی جماعتی بغض وعناد کا زبردست مظاہرہ۔ چونکہ سوائے دو ایک کے سامعین کی پوری تعداد حقیقت واقعہ سے بے خبر اور صحیح علم کی روشنی سے بہت دور تھی اس لئے سب نے اعتدال وانصاف اور صداقت وسچائی سے خالی اس تقریر کو بسر وچشم قبول کر لیا۔

اس واقعہ سے پہلے بھی اور اسکے بعد بھی ایسے کئی نوجوانوں سے ملاقات ہوئی جو اہل سنت والجماعت میں پائی جانے والی چار اماموں کی تقلید سے متعلق بہت ساری غلط فہمیوں کا شکار اور خصوصاً طریقۂ نماز سے متعلق بڑے پریشان اور شکوک وشبہات میں مبتلا تھے، ان حضرات کی پریشانی وحیرانی کو دیکھتے ہوئے احقر نے مناسب سمجھا کہ ہر فرد کو الگ الگ جواب دینے کے بجائے ایک عام فہم رسالہ ترتیب دیدیا جائے جس کے اندر احادیث کی روشنی میں نماز کا مکمل طریقہ بتایا جائے اور تقلید سے متعلق غلط فہمیوں اور بے جا اعتراضات کی حقیقت کو واضح کر دیا جائے، تا کہ ذہنی طور پر الجھن کے شکار مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے اور غفلت میں پڑے ہوئے انتشار پیدا کرنے والے افراد ہوش میں آئیں۔ پھر اخیر میں چند گمراہ فرقوں کا مختصر تعارف اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی بے راہی کو واضح کیا گیا تا کہ اُن فرقوں کے افراد سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے اپنے حال کی اصلاح کر لیں اور آخرت کی دائمی ناکامی سے اپنے آپ کو بچالیں۔

عرض گذارش!

اس رسالے میں تکبیر تحریمہ سے سلام تک مکمل نماز کا مسنون طریقہ، قرآن وحدیث اور آثار صحابہ ﷺ کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اختصار کی غرض سے احادیث شریفہ کا صرف حوالہ دیا گیا ان کے درجہ کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ قواعدِ حدیث واصولِ محدثین کے مطابق صحیح اور قابل قبول احادیث کی روشنی میں مکمل حوالوں کے ساتھ تحریر کیا گیا اور حوالوں میں اصل عربی کتابوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔ لہٰذا کوئی صاحب بلا تحقیق دوسروں سے سن کر اِس کتاب کی کسی حدیث کو ضعیف یا نا قابل عمل کہنے کی زحمت نہ فرمائیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نماز کی اہمیت اور اس کی تعداد﴾

دلائل ☆ اللہ ﷻ کا فرمانِ ذیشان ہے: جو لوگ اپنی نمازوں کو پوری توجہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں...... اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنت میں عزت واکرام کے ساتھ رہیں گے (المعارج:۲۳-۳۵) کافروں سے جب پوچھا جائیگا کہ تم کو کس چیز نے دوزخ میں پہونچایا تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مدثر:۴۱-۴۳) ☆ پیارے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ (ترمذی:۱/۹۴) ☆ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو (یعنی نماز پڑھو) جس وقت رات ہو (مغرب وعشاء کی نمازیں) اور جس وقت صبح کرو (فجر کی نماز)......اور شام کے وقت (عصر کی نماز) اور جب دوپہر کا وقت ہو (ظہر کی نماز) (روم: آیت ۱۷-۱۸) ☆ ہر مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں (صحیح بخاری:۱/۱۵)

﴿ہر فرض نماز کو اس کے مقررہ وقت میں پڑھنا ضروری ہے﴾

دلائل ☆ اللہ ﷻ کا ارشادِ مبارک ہے: بیشک نماز مسلمانوں پر اس کے مقررہ وقت میں فرض ہے۔ (سورۂ نساء، آیت:۱۰۳) ☆ رسول اللہ ﷺ (حج کے دنوں میں، مقاماتِ حج) مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ ہر نماز اس کے وقت پر ہی پڑھتے تھے (بخاری: جلد ۱/صفحہ:۲۲۸) **تنبیہ:** فرض نمازوں کو کسی بھی عذر کی وجہ سے وقت سے پہلے پڑھنا درست نہیں ہے، جیسے رمضان کے روزے اور قربانی وغیرہ وقت سے پہلے ادا کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہرگز جائز نہیں ہے۔

﴿ہر مسلمان مرد مسجد میں جماعت کے ساتھ اور عورتیں گھروں میں نماز پڑھیں﴾

دلائل ☆ فرمانِ ربانی ہے: نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (بقرہ:۴۳) ☆ حبیب خدا ﷺ کا ارشاد ہے: جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب تنہا نماز سے ستائیس گُنا زیادہ ہے (بخاری:۱/۸۹) ☆ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: میرا دل چاہتا ہیکہ جو مرد حضرات جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے ہیں انکے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری:۱/۸۹)

مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم صرف مَردوں کے لئے ہے جیسا کہ اِس حدیث کے الفاظ 'مرد حضرات' سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ نبی ﷺ کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ کی خواتین بعض پابندیوں اور شرطوں کے ساتھ مسجد میں آکر نماز ادا فرماتی تھیں، لیکن بعد میں جب حضرت عمرؓ نے عورتوں کی بدلی ہوئی حالت کو دیکھ کر ان کو مسجد آکر نماز پڑھنے سے منع فرمادیا تو یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: اگر حضور ﷺ ان باتوں کو دیکھ لیتے جو آج کی عورتوں نے اختیار کی ہیں تو آپؐ (اپنی زندگی ہی میں) ان کو مسجد آنے سے منع فرمادیتے (بخاری:۱/۱۲۰)

اور کسی بھی صحابیؓ نے عمرؓ کے اس فیصلے کو نہ غلط کہا نہ آپؓ کو سنتِ رسولؐ کا مخالف قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زبیرؓ عید کی نماز کے لئے اپنے گھر کی خواتین کو عیدگاہ نہیں بھیجتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۳۴/۴) رسول اللہ ﷺ کی صحیح مراد اور آپؐ کے ارشادات کے مطلب کو صحابہ کرام ؓ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟ لہٰذا آج جو حضرات عورتوں کو مسجد میں لانے کی کوشش کرتے ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے منشاء اور مرضی کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ (تفصیل کیلئے پڑھئے: مجموعہ رسائل ومقالات ☆ فتاوی رحیمیہ، جلد پنجم)

﴿جب نماز پڑھیں تو پاکیزہ اور اچھا لباس پہن کر پڑھیں﴾

دلائل ☆ ارشادِ الٰہی ہے: اے آدمؑ کی اولاد! تم مسجد کو آتے وقت اچھا لباس پہن لیا کرو (اعراف:۳۱) اے نبی ﷺ! اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پاک رکھئے (مدثر:۳-۴) حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (مردوں کو) بغیر چادر اُوڑھے صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (حاکم:۲۳۱/۱) آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کرتے (ترمذی:۸۶/۱، ابوداؤد:ص۹۴) تمام نمازوں کے لئے اور خصوصاً جمعہ اور عید کی نماز کیلئے عمدہ لباس پہننا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا مستحب ہے۔ (ابن کثیر:۲۳۸/۲) مرد حضرات کا ننگے سر، مونڈھے اور کہنیاں کھول کر یا چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (معارف القرآن:۵۴۴/۳) عورتوں پر نماز کے دوران چہرہ، ہتھیلی، قدم کے علاوہ اپنے بالوں اور سارے بدن کو موٹے کپڑے سے اچھی طرح چھپانا فرض ہے ورنہ نماز قبول نہ ہوگی (ترمذی:۸۶/۱، اعلاء السنن:۱۶۳/۲)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اتنا چھوٹا شرٹ یا کرتا پہن کر نماز پڑھنا جس سے رکوع یا سجدہ وغیرہ میں سرین کا حصہ اچھی طرح نہ چھپے مکروہ ہے۔ ہر انسان پر ستر کا چھپانا فرض ہے، مردوں کا ستر ناف سے گھٹنے کے نیچے تک ہے جس کا دوسروں کے سامنے کھولنا بالکل درست نہیں ہے۔ اگر مرد یا عورت کی ستر کا کچھ حصہ تھوڑی دیر بھی کھل جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ بے حد افسوس ہے کہ آج کل اس سلسلہ میں حد سے زیادہ بے احتیاطی ہو رہی ہے۔

﴿رسول اللہ ﷺ کا لباسِ مبارک﴾

حضورِ اقدس ﷺ کے جانثار صحابہ کرام ؓ نے صاحبِ اسوۂ حسنہ ﷺ کے لباس کی یہ کیفیت بیان فرمائی: آپ ﷺ کو کپڑوں میں یمنی (سبز) چادر اور کرتا سب سے زیادہ محبوب تھا (بخاری:۸۶۵/۲، شمائل ترمذی:ص:۵) آپؐ کا کرتا ٹخنوں سے اوپر تک ہوتا تھا (جَمْعُ الْوَسائِل:۱۳۴/۱) آپؐ کے کرتے کی آستین گٹوں تک اور کبھی انگلیوں

تک ہوتی تھیں (جمع الوسائل:۱/۱۳۴) آپؐ کے کرتے کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا (بخاری:۸۶۲/۲☆فتح الباری:۱۰/۳۲۸) نبی اکرم ﷺ بدنِ مبارک پر کرتہ کی جگہ چادر بھی لپیٹ لیتے تھے (سیرتِ حلبیہ:۶/۴۸۰) صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پائجامہ خریدا تھا (سیرتِ حلبیہ:۶/۴۸۱) اور آپؐ کا پائجامہ پہننا کئی روایتوں سے ثابت ہے (زادالمعاد:۱/۱۳۴) نبیِ رحمت ﷺ کی عادتِ شریفہ لنگی باندھنے کی تھی جو چار ہاتھ ایک بالشت لانبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی (مناوی شرح شمائل:ص/۲۱۶) آپؐ جو پائجامہ یا لنگی پہنتے تھے وہ آدھی پنڈلی تک ہوتی تھی (شمائل ترمذی:ص/۸، شمائل کبریٰ:۱/۲۷) آپ ﷺ اکثر سرِ مبارک پر کالا عمامہ باندھا کرتے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو، اپنے کندھوں کے درمیان پیچھے کی جانب چھوڑ دیتے تھے (مسلم:۱/۴۴۰، شمائل:ص/۸) عمامہ کی لمبائی اور چوڑائی کے متعلق کوئی معتبر روایت موجود نہیں ہے (خصائلِ نبوی:۶۷، مناوی:۱/۲۰۹) حضورِ اکرم ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ (طبرانی وسندہٗ حسن، الجامع الصغیر:۳/۳۹۲، تحفۃ الاحوذی:۱۰/۴۸۱) جو آپ ﷺ کے سرِ اقدس سے چپکی ہوئی ہوتی تھی (سیرتِ حلبیہ:۶/۴۸۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ٹوپی، پائجامہ پہننا اور عمامہ باندھنا بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ وغیرہ کی کئی روایتوں سے ثابت ہے (تفصیل کیلئے پڑھئے: عمامہ ٹوپی اور کرتا، مصنف، مولانا فضل الرحمٰن اعظمی) محدثِ کبیر ابوبکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ: ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے۔ (فیض القدیر:۵/۲۴۷) ہری ٹوپی اور ہرا عمامہ پہننا حضورِ اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ٹخنہ سے نیچے کرتہ، لنگی، پائجامہ یا کوئی بھی کپڑا لٹکانے والے کو رحمتِ عالم ﷺ نے دوزخ کی وعید سنائی ہے (بخاری:۲/۸۶۱) آپ ﷺ نے مردوں کو ریشم کا لباس استعمال کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ (بخاری:۲/۲۶۷)

اِن احادیث کو پڑھ کر ہم خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کل جو چُست، ٹائٹ اور کمر تک چھوٹی ٹی شرٹ، بدن سے چپکے ہوئے جینس پینٹ، آدھے آستین والے کوٹ وغیرہ پہنے جا رہے ہیں یہ سنت رسولؐ کے خلاف ہے اور شرم وحیا سے بھی بہت ہی دور ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لباس سے جہاں تک ہو سکے پورا احتراز کرنا چاہئے۔

جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو پہلے مسنون طریقہ پر اچھی طرح وضو کریں

دلائل ☆ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھولو، سر کا مسح کرو اور پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم کو غسل کی حاجت ہو تو خوب پاک ہو جاؤ (غسل کرلو) (مائدہ:۶) ☆ رحمت عالم ﷺ وضو سے پہلے **بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ** پڑھنے کا حکم دیتے تھے (مجمع الزوائد:۱/۲۲۰) پھر آپؐ مسواک فرماتے (مؤطا مالک:ص/۵۱) اور تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے تین بار کلی فرماتے اور تین بار ناک میں پانی چڑھاتے (بخاری:۱/۲۷) ☆ آپ ﷺ منہ

پھر پانی سے کلی کرتے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف فرماتے تھے (نسائی:۱۳/۱، دارمی:۱۹۰/۱) روزہ کی حالت میں ناک میں زور سے پانی کھینچنے سے منع فرماتے (نسائی:۱۲/۱) آپؐ تین مرتبہ چہرۂ انور دھوتے (بخاری:۲۸/۱) چہرہ دھوتے وقت آنکھ کے کناروں کو پونچھ لیتے (ابوداؤد:ص۱۸/) پھر ایک چلّو پانی لے کر اپنی تھوڑی کے نیچے ڈالتے (ابوداؤد:ص۱۹/، ترمذی) اور داڑھی مبارک میں انگلیاں ڈال کر اس کا خلال فرماتے (ابن ماجہ:ص۳۴/) پھر تین بار کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوتے (بخاری:۲۸/۱) اور ہاتھ کی انگلیوں کا خلال فرماتے (ترمذی:۱۶/۱) اگر انگلی میں انگوٹھی ہوتی تو اس کو ہلا لیتے (تاکہ نیچے کا حصہ سوکھا نہ رہ جائے) (ابنِ ماجہ:ص۴۹/) پھر آپؐ ایک مرتبہ پورے سر اور گردن کا اس طرح مسح فرماتے کہ سر کے سامنے کے حصے سے جہاں سے بالوں کی ابتدا ہوتی ہے مسح شروع فرماتے اور گردن کے نیچے تک دونوں ہاتھ لے جاتے پھر واپس پیشانی تک لاتے۔ (بخاری:۳۱/۱، طحاوی:۲۸/۱، التلخیص الحبیر: ۹۲/۱) دونوں کنپٹیوں پر بھی مسح فرماتے۔ (ترمذی:۱۶/۱) پھر کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر اور انگوٹھوں سے کان کے اوپر کے حصے کا مسح فرماتے (ابوداؤد:ص۱۸/، ابن ماجہ: ص۳۵/) پھر دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتے۔ (بخاری:۲۷/۱) اور (بائیں ہاتھ کی) چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال فرماتے۔ (ابن ماجہ:ص،۳۵) آپؐ ہر عضو کو تین تین بار دھوتے۔ (مسلم:۱۲۰/۱) ☆ حضورؐ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے پاؤں اچھی طرح نہیں دھوئے تھے، آپؐ نے فرمایا: (سوکھی) ایڑی والوں کیلئے جہنم کی ہلاکت ہے (بخاری:۲۸/۱، مسلم:۱۲۵/۱) ☆ وضو میں کسی بھی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونے اور ضرورت سے زیادہ پانی بہانے کو چاہے بہتی دریا کے کنارے ہو نبی ﷺ نے ظلم و زیادتی اور اسراف قرار دیا اور اس سے سختی سے منع فرمایا۔ (نسائی:۱۴۱/۱، ابن ماجہ:ص۳۴/) ذرا سوچیں ہم میں سے کتنے لوگ نل کھلا چھوڑ کر مسواک کرتے ہیں مسح کرتے ہیں اور پانی بہتا رہتا ہے، ہمارا یہ عمل سخت گناہ ہے اور نعمتِ خداوندی کی بڑی ناقدری ہے۔ وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا پڑھیں: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (ترمذی:۱۸/۱) ☆ محسنِ انسانیتؐ نے فرمایا: جو شخص گھر سے وضو بنا کر مسجد جاتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہو جائے گا۔ (بخاری:۹۸/۱)

اگر سردی ہو تو چمڑے کے بنے ہوئے یا چمڑے کی طرح مضبوط اور موٹے کپڑوں کے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرنا کچھ شرطوں کے ساتھ جائز ہے (مسلم:۱۳۵/۱) لیکن نائیلون، سوت سے بنے ہوئے پائے تابے جو آج کل عموماً پہنے جاتے ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کے اوپر مسح کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے پائے تابوں پر مسح کرنے سے وضو ہی درست نہ ہوگا (مکمل تفصیل و تحقیق کیلئے پڑھیے: نماز پیمبر ﷺ ☆ فقہی مقالات: جلد دوم)

وضو کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے سنت کے مطابق کھڑے ہو جائیں

دلائل ☆ حکم ربانی ہے: تم لوگ جہاں بھی ہو اپنے چہروں کو (نماز کے وقت) قبلہ کی طرف کرلو۔ (بقرہ آیت:۱۴۴) ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اچھی طرح وضو کرو اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری:۹۲۴/۲) ☆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (نماز میں) پیروں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (ابوداؤد:ص/۱۱۰) ☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے پیروں کو نہ پھیلا کر رکھتے تھے نہ ایک کو دوسرے سے ملاتے تھے بلکہ ان کے درمیان رکھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۶۴/۲) ☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا۔ (نسائی:۱۰۳/۱)

نماز خشوع وخضوع، خیال وشعور اور حضور قلب کے ساتھ ادا کریں

دلائل ☆ رب العالمین جل جلالہ کا فرمان ہے: کامیاب ہوگئے وہ مؤمنین جو اپنی نماز خشوع کے ساتھ (یعنی ڈرتے ہوئے اور بغیر حرکت کیے، سکون کے ساتھ) ادا کرتے ہیں۔ (مؤمنون:۱-۲) ☆ رحمت للعالمین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: عبادت ایسی کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف:۱۲/۱) ☆ جو مسلمان نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضو کر کے اللہ کے خوف اور سکون واطمینان کے ساتھ رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مسلم:۱۲۱/۱)

صف مکمل سیدھی رکھیں، درمیان میں جگہ نہ چھوڑیں، کندھے سے کندھا ملا کر رکھیں

دلائل ☆ حبیب دوعالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: صفوں کو سیدھی رکھو، کندھوں کو آپس میں برابر رکھو بیچ کی خالی جگہ کو بند کرو، اور درمیان میں شیطان کے لئے جگہ نہ چھوڑو (ابوداؤد:ص/۹۷) احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نماز کے لئے صف میں کھڑے ہوتے تو ہر صحابی رضی اللہ عنہ اپنا کندھا، گھٹنا، ٹخنہ اور قدم دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے کندھے، گھٹنے، ٹخنے اور قدم کے بالکل برابر رکھتے تھے (آگے پیچھے نہ رکھتے تھے)۔ (بخاری:۱۰۰/۱ ☆ ابوداؤد:ص/۹۷ ☆ فتح الباری:۲۶۸/۲) ☆ آپ ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ صفوں کی خالی جگہ پُر کرنے والے پر رحمت فرماتے ہیں اور فرشتے اُس شخص کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں (حاکم:۲۱۴/۱) ☆ تاجدار مدینہ ﷺ کا ارشاد عزیز ہے: اللہ تعالیٰ کو اس قدم سے زیادہ کوئی قدم محبوب نہیں جس کو آدمی صف کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لئے بڑھاتا ہے۔ (ابوداؤد:ص/۸۰)

پھر نماز کی نیت کریں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سنت کے مطابق ہاتھ اٹھائیں اور نگاہیں سجدہ کی جگہ رکھیں

دلائل ☆ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ (بخاری: ۱/۱) حضور ﷺ (جب نماز شروع فرماتے تو) تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ کانوں تک اتنا اٹھاتے کہ انگلیوں کے کنارے کان کے اوپر کے کنارے کے برابر ہو جاتے۔ (مسلم: ۱/۱۶۸) ☆ اور آپؐ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو کے قریب رہتے۔ (نسائی: ۱/۱۰۲، حاکم ۱/۲۲۶) ☆ اُس وقت آپؐ کی انگلیاں نہ دور دور ہوتیں نہ بالکل سختی سے چپکی ہوئی ہوتیں۔ (حاکم: ۱/۲۳۴) حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: جب تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھاؤ تو ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف رکھو۔ (سنن کبری بیہقی: ۲/۴۲، معجم اوسط طبرانی) ☆ رسولِ خدا ﷺ پہلے نماز میں آسمان کی طرف دیکھتے تھے جب سورۂ مؤمنون نازل ہوا تو اس کے بعد آپ ﷺ سجدہ کی جگہ اپنی نظریں رکھا کرتے تھے (تفسیر طبری: ۱۸/۳) آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: جو لوگ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی (مسلم: ۱/۹۲) آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: جب بندہ نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں...... لہٰذا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو اِدھر اُدھر مت دیکھو (بیہقی: ۲/۴۰۰)

پھر سنت کے مطابق دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں، لیکن بہت زیادہ نیچے نہ ہوں

دلائل ☆ حضرت وائل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اور (انگلیوں کو) کلائی اور بازو پر رکھا۔ (نسائی: ۱/۱۰۳، ابوداؤ: ص/۱۰۵)
☆ نبی کریم ﷺ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔ (ترمذی: ۱/۳۵، نسائی: ۱/۱۴۱)
☆ حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۳۲۰) اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ ''ناف کے نیچے رکھا'' کے الفاظ قدیم نسخوں میں موجود ہیں، اسکو بڑھایا ہوا کہنا اُصول تحقیق کی روشنی میں غلط اور حقیقتِ واقعہ کے خلاف ہے (حقیقت پسندانہ تحقیق کیلئے مطالعہ کریں: مصنف ابنِ ابی شیبہ مع تحقیق شیخ محمد عوامہ ☆ تجلیاتِ صفدر، سوم) امام ترمذیؒ ہاتھ باندھنے کے متعلق صحابہؓ و تابعینؒ سے صرف دو طریقے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بعض اہل علم کی رائے ہے کہ ناف کے اوپر رکھے (نہ کہ سینہ کے اوپر) اور بعض علماء کرام کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور دونوں کی گنجائش ہے (ترمذی، ۱/۹۵) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات حضرت علیؓ، ابو ہریرہؓ، ابو مجلزؒ، ابراہیم نخعیؒ سے ثابت ہیں۔ سینہ پر ہاتھ باندھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے: دلیلِ نماز: ص/۱۱۸)

﴿ہاتھ باندھ کر آہستہ آواز میں ثناء، تَعَوُّذ (اعوذباللہ) اور تَسْمِیَۃ (بسم اللہ) پڑھیں﴾

دلائل ☆ رحمت عالم ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد یہ ثناء پڑھتے تھے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ ۔(حاکم: ۱/۲۱۸) ☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی نماز میں یہی ثناء پڑھتے تھے۔(صحیح مسلم: ۱/۱۷۲) حضرت ابووائلؒ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تَعَوُّذ اور تَسْمِیَہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔(آثار السنن: ص/۱۵۳)

﴿تسمیہ کے بعد فرض کی پہلی دو رکعتوں میں، اور سنت اور نوافل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا سورہ تجوید کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، سورہ فاتحہ کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہیں﴾

دلائل ☆ نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورہ پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔(بخاری: ۱/۱۰۷) ☆ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اس شخص کی نماز نہیں ہوئی جس نے فرائض اور نوافل میں سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ (یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد دوسرا سورہ) نہیں پڑھا۔(صحیح مسلم: ۱/۱۶۹، ترمذی: ۱/۵۵، ابن ماجہ: ص/۶۱) ☆ رسول اللہ ﷺ جب قرآن کی تلاوت فرماتے تو ایک ایک آیت الگ الگ اس طرح اطمینان کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایک ایک حرف صاف سنائی دیتا تھا۔(حاکم: ۲/۱۸۰، ابوداؤد: ص/۲۰۷) ☆ حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: امام الانبیاء ﷺ نے سورۂ فاتحہ کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہی (حاکم: ۲/۱۸۱، حدیث صحیح)

﴿لیکن اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو پھر کسی بھی نماز میں نہ سورۂ فاتحہ پڑھیں نہ کوئی دوسرا سورہ پڑھیں﴾

دلائل ☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور چپ رہو۔ (اعراف: ۲۰۴) امام احمدؒ نے فرمایا: تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز (میں قرأت سننے اور خاموش رہنے) کے بارے میں نازل ہوئی (فتاوی ابن تیمیہؒ: ۲/۲۹۴) ☆ سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا: جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو صفیں سیدھی کرلو، پھر تم میں سے ایک شخص امام بنے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرآن (سورہ فاتحہ) پڑھنے لگے تو تم خاموش ہوجاؤ (کچھ نہ پڑھو) اور جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو (صحیح مسلم: ۱/۱۷۴ ☆ ابوداؤد: ص/۹۸) ☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ محبوبِ رب العالمین ﷺ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے (یعنی اب مقتدی قرأت نہ کرے) (مسند احمد: ۳۳۹/۳، مؤطا امام محمد، ص: ۹۸) یہ حدیث بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ انکے علاوہ تقریباً پچاس احادیث اور آثارِ صحابہ ؓ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنا چاہئے۔ (قرأت خلف الامام کی تحقیقی اور اطمینان بخش تفصیل کیلئے مطالعہ کیجئے: مجموعہ رسائل و مقالات، جلد دوم ☆ رسول اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ☆ مسنون نماز)

صحیح مسلم اور ابوداؤد شریف کی اس صحیح حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے صاف منع کیا گیا ہے اس کے برخلاف بخاری اور مسلم بلکہ صحاحِ ستہ کی کسی صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا ہے، البتہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی"۔ صحابیٔ رسول حضرت جابر ؓ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: کسی کی نماز سورۂ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی مگر جب کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (ترمذی شریف: ۷۱/۱) امام سفیان ثوریؒ اور امام احمدؒ جیسے عظیم محدثین بھی اس حدیث کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ (ابوداؤد: ص ۱۱۹، ترمذی: ۷۱/۱) معلوم ہوا کہ بخاری شریف کی حدیث کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے بلکہ امام اور منفرد سے ہے۔

موجودہ زمانہ کے اہلحدیث (غیر مقلدین) حضرات اپنے مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسلم شریف کی اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں اپنے دعوے کے برخلاف ضعیف احادیث یا صحابہؓ کے اقوال پیش کرنے لگتے ہیں یا مختلف تاویلات کرکے صحیح حدیثوں کے برخلاف سورۂ فاتحہ کو قرأت کے مفہوم ہی سے نکال دیتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ عمل نہایت حیرتناک اور انکے دعوے کی کھلی مخالفت ہے۔

﴿قرأت کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں﴾

دلائل ☆ نبی ﷺ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا: قرآن میں سے جو آسانی سے زبانی پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر رکوع کرو (بخاری: ۹۸۶/۲) ☆ حضرت علقمہؒ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں حضور ﷺ کی نماز کی جیسی نماز نہ پڑھاؤں، یہ کہہ کر آپ ؓ نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔ (ترمذی: ۳۵/۱، ابوداؤد: ۱۰۹، نسائی: ۱۲۰/۱) ترمذی شریف کی حدیث کے راوی صحیح مسلم کے اور ابوداؤد شریف کی حدیث کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں، لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اسی وجہ سے شیخ ناصر الدین البانی صاحب صاف لکھتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اس کو ضعیف کہنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے (مشکوۃ بتحقیق الشیخ البانی: ۲۵۴/۱) حافظ حدیث، محدثِ کبیر

علاّمہ انور شاہ کشمیریؒ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں (معارف السنن: ۴۷۸/۲) نیز یہ تنہا صرف عبداللہ ابن مسعودؓ کا عمل نہیں بلکہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذیؒ لکھتے ہیں: کئی صحابہ ؓ اور تابعینؒ کا عمل بھی اسی حدیث کے مطابق ہے (یعنی وہ حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے)۔ (ترمذی: ۳۵/۱) صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ چاروں خلفائے راشدینؓ بھی رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام بخاریؒ کے استاذ سفیان ثوریؒ اور مدینہ منورہ کے عظیم محدث وفقیہ امام مالکؒ بھی رکوع اور سجدہ سے پہلے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (ترمذی: ۳۵/۱، الفقه علی المذاهب الاربعه : ۲۵۰/۱)

کوفہ کے محدثین وفقہاء اور امام مالکؒ کے دور میں مدینہ طیبہ کے اہل حدیث واصحاب علم بھی ایک مرتبہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اس کے بعد کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (ترمذی شریف: ۳۵/۱، بدایة المجتهد : ۹۳/۱) اس کے علاوہ تقریباً اور چالیس روایات ہیں جن سے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ (تفصیل کیلئے پڑھئے: مجموعہ رسائل ومقالات: جلد دوم)

تنبیہ: افسوس کی بات ہے کہ جماعت اہل حدیث کے احباب ترمذی اور ابوداؤد کی مذکورہ صحیح حدیث کو سن کر ہر صحیح حدیث پر عمل کے اپنے بلند بانگ دعوے کے مطابق اس صحیح حدیث پر عمل کرنے کے بجائے اپنی جماعت کے طریقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے حضرت ابن مسعود ؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ پر ضعیف اور کمزور حافظہ کا بدترین الزام لگا رہے ہیں اور مسلمانوں کو عظیم صحابیٔ رسول ﷺ سے بدظن کررہے ہیں، جب کہ پوری امت مسلمہ کا قطعی فیصلہ ہے کہ "اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عدُوْل سارے صحابہ ؓ قابل اعتماد اور ثقہ ہیں"۔ یہی حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ان کی یہ بات خلاف حقیقت اور کم علم مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ ہے، کیونکہ عبداللہ بن مبارکؒ نے جس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے وہ حضرت ابنِ مسعودؓ کی دوسری حدیث ہے اور اوپر جو حدیث لکھی گئی ہے وہ الگ ہے جس کو نقل کرنے کے بعد خود امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور بہت سارے محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (۱)

---

(۱) حضور ﷺ سجدہ میں جاتے وقت، سجدہ سے اٹھتے وقت، دوسری اور چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے (نسائی: ۱۶۵/۱۔۱۷۶، ابوداؤد: ص ۱۰۸) دونوں سجدوں کے درمیان اور التحیات کے لئے بیٹھتے وقت بھی رفع یدین فرماتے تھے۔ (نسائی: ۱۷۲/۱، ابن ماجہ: ص ۶۲) ہر صحیح حدیث پر عمل کا دعویٰ کرنے والے رفع یدین کی اِن صحیح حدیثوں پر عمل کیوں نہیں کرتے ہیں؟ کیا اسلئے کہ یہ احادیث ان کے مسلک کے خلاف ہیں؟

رکوع کرنے کا سنت طریقہ

دلائل ☆ رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو نہ سر کو (پیٹھ سے) اونچا رکھتے نہ (نیچے) جھکا دیتے بلکہ دونوں کو (برابر) رکھتے تھے۔ (مسلم:۱/۱۹۴) اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر (مضبوطی کے ساتھ) رکھتے پھر اپنی پیٹھ کو تھوڑا سا جھکاتے (تاکہ سر اور پیٹھ برابر ہو جائے) اور جب رکوع سے اٹھتے تو (اطمینان کے ساتھ) بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی (بخاری:۱/۱۱۴) ☆ نبی اکرم ﷺ رکوع میں ہتھیلی اور انگلیوں کو اچھی طرح پھیلا کر اپنے گھٹنوں پر اس طرح رکھتے گویا آپ ﷺ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ تانت (کمان کی ڈوری) کی طرح بالکل سیدھے رکھتے اور ان کو پیٹ سے دور رکھتے۔ (ابوداؤد:۱۰۷) ☆ حضور اقدس ﷺ رکوع میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم** اور سجدوں میں **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى** پڑھتے تھے۔ (ترمذی:۱/۶۱) اور رکوع میں آپ ﷺ کی پیٹھ اتنی سیدھی ہوتی کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جاتا تو نیچے نہ گرتا۔ (مسند احمد:۱/۱۲۳، عن علی رضی اللہ عنہ) پھر آپ ﷺ **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ** کہتے ہوئے رکوع سے اٹھتے اور سیدھے کھڑے ہو کر **رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** کہتے۔ (بخاری:۱/۱۰۹)

پیارے نبی ﷺ سجدہ اس طرح فرماتے تھے

دلائل ☆ حضور ﷺ سجدہ میں جاتے تو زمین پر آپؐ گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے اور جب (دوسرے) سجدہ سے کھڑے ہوتے تو آپؐ ہاتھ پہلے اٹھاتے اور گھٹنے بعد میں (حاکم:۱/۲۱۱، ترمذی) ☆ نبیؐ سجدہ میں اپنی پیشانی اور ناک زمین پر اچھی طرح ٹکا کر رکھتے (ترمذی:۱/۶۱) اور اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے تھے۔ (مسلم:۱/۱۷۳) ☆ نبی اکرمؐ رکوع میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں گھٹنے پر پھیلا کر رکھتے اور سجدہ میں ان کو ملا کر رکھتے تھے۔ (حاکم:۱/۲۰۹-۲۱۲) ☆ سجدہ میں آپؐ (کے ہاتھ) کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور دونوں قدموں کے درمیان آپ ﷺ فاصلہ رکھتے تھے (سنن کبریٰ بیہقی:۲/۱۱۶) ☆ سجدہ کے دوران آپ ﷺ کہنیوں کو نہ زمین پر بچھا دیتے نہ ان کو سمیٹ لیتے اور پیر کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف موڑ کر رکھتے تھے (بخاری:۱/۱۱۴) ☆ سجدہ میں (آپؐ کا پیٹ رانوں سے اور دونوں ہاتھ پہلو سے اتنی دور ہوتے کہ) اگر بکری کا بچہ آپ ﷺ کے نیچے سے گذرنا چاہے تو گذر سکتا (مسلم:۱/۱۹۴) نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ (ابن ماجہ:ص/۶۴) یا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (ابوداؤد:ص/۱۲۳) آپ ﷺ نے رکوع اور سجدہ میں قرآن کی تلاوت سے منع فرمایا اور سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے (مسلم:۱/۱۹۱، بخاری:۱/۱۱۲)

دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ

دلائل ☆ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی ؓ کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا: اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر (دوسری رکعت کیلئے) سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری: ۹۸۶/۲) ☆ عباس بن سھلؓ کی حدیث میں ہے: آپ ﷺ نے دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہی اور بغیر بیٹھے (دوسری رکعت کیلئے) کھڑے ہو گئے۔ (ابوداؤد: ص/۱۰۷) ☆ حضرت وائل ؓ سے روایت ہے کہ: حضور اقدس ﷺ جب (دوسرے سجدہ کے بعد) کھڑے ہوئے تو گھٹنوں کے بل اٹھے اور اور اپنی رانوں پر سہارا لیا (ابوداؤد: ص/۱۰۷) ☆ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ نے نماز میں ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد: ص/۱۴۲)

حضور اقدس ﷺ کا قعدہ میں بیٹھنے کا مبارک طریقہ

دلائل ☆ رسول اللہ ﷺ (التحیات پڑھتے وقت) بائیں قدم کو بچھا دیتے اور دائیں قدم کو کھڑا رکھتے تھے۔ (مسلم: ۱۹۴/۱) ☆ ابنِ عمر ؓ فرماتے ہیں: نماز میں (التحیات پڑھتے وقت) دائیں قدم کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا اور بائیں پیر پر بیٹھنا (نبی ﷺ کی) سنت ہے (نسائی: ۱۳۰/۱، بخاری: ۱۱۴/۱) آپ ﷺ قعدہ میں ہاتھوں کو ران پر رکھنے کا حکم دیتے تھے (مسلم: ۱۸۱/۱) ☆ نبی ﷺ قعدہ میں...... (کلمہ شہادت پڑھتے وقت) چھوٹی انگلی اور اس کی بازو والی انگلی کو بند فرما لیتے، بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بناتے اور کلمے کی انگلی کو اٹھاتے (ابوداؤد: ص/۱۰۵) ☆ آنحضور ﷺ کلمہ شہادت پڑھتے وقت کلمہ کی انگلی سے اشارہ فرماتے (یعنی اٹھاتے) اور اُس انگلی کو نہ ہلاتے...... آپ ﷺ شہادت کی انگلی سے آگے نہیں دیکھتے تھے (ابوداؤد: ۱۴۲، حدیث صحیح) ☆ رسول پاک ﷺ قعدہ میں کلمہ کی انگلی سے قبلہ کی جانب اشارہ فرماتے اور اپنی نظر کو شہادت کی انگلی کی طرف رکھتے تھے (نسائی: ۱۳۰/۱) ☆ آپؐ نے (قعدہ میں) گھٹنوں کے بل ایڑیوں اور پنڈلیوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (حاکم: ۲۴۸/۱) ☆ عبداللہ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے دوسری رکعت اور آخری رکعت میں تَشَهُّدُ (التحیات پڑھنے) کی تعلیم دی، جب آپ دوسری رکعت میں ہوتے تو صرف تَشَهُّدُ پڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور جب آخری رکعت میں ہوتے تو (تَشَهُّدُ کے بعد) جو چاہتے دعا کرتے پھر سلام پھیرتے (مسند احمد: ۴۵۹/۱) آخری رکعت میں التحیات کے بعد درود ابراہیم **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ** (آخر تک اور) **اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ** (آخر تک) پڑھیں (بخاری: ۹۴۰/۲) پھر دعائے ماثورہ "**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا**" (ختم تک) یا اور کوئی مسنون دعا پڑھیں۔ (بخاری: ۱۱۵/۱)

سلام پھیرنے کا نبوی طریقہ

دلائل ☆ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے چہرۂ انور کو اتنا موڑتے تھے کہ آپ ﷺ کے رُخسار کی سفیدی مجھے نظر آتی تھی۔ (مسلم: ۱/۲۱۶) ☆ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا (تم سلام پھیرتے وقت) اپنے بھائیوں (یعنی دائیں بائیں طرف نماز پڑھنے والوں) کو سلام (کی نیت) کرو۔ (مسلم: ۱/۱۸۱) ☆ اور امام کو سلام (کی نیت) کرو (ابوداؤد: ص/۱۴۳، ابن ماجہ، حاکم)

سلام کے بعد کے اذکار

فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں۔ (بخاری: ۱/۱۱۶) اور تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہیں۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۱۸) پھر یہ دعا پڑھیں: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوْذُبِکَ مِنْ أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ'' (بخاری: ۱/۳۲۱) یا اور کوئی دعا کریں۔ پھر فجر اور عصر میں فرض کے بعد اور باقی نمازوں میں سنتوں کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ، ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (مسلم: ۱/۲۱۹) ۱۰ مرتبہ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ (ترمذی: ۱/۹۴) ایک بار آیت الکرسی، سورۂ اخلاص (الترغیب والترہیب: ص/۳۰۰) سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھیں۔ (ابوداؤد: ص/۲۰۷ نسائی: ۱/۱۵۰)

نماز وتر کی ادائیگی کا مسنون طریقہ

دلائل ☆ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (بخاری: ۱/۱۵۴)
☆ آپ ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے (نسائی: ۱/۲۴۸، حاکم: ۱/۲۷۶، حدیث صحیح)
☆ نبی ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھتے تھے (نسائی: ۱/۲۵۱) ☆ آنحضرت ﷺ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (نسائی: ۱/۲۴۸، بخاری عن انسؓ: ۱/۱۳۶)
☆ عبداللہ ابنِ مسعودؓ وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر (تکبیر تحریمہ کی طرح) ہاتھ اٹھاتے اور دعاء قنوت پڑھتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے (جزء رفع الیدین: ۲۴۔ ۲۸، آثار السنن: ص/۳۲۸)
☆ حضرت علیؓ، ابنِ عمرؓ اور براءؓ سے بھی یہی عمل ثابت ہے (التعلیق الحسن: ص/۳۲۷) دعاء قنوت کے وقت (دعا کی طرح) ہاتھ اٹھانا آپ ﷺ کا معمول نہیں تھا۔ (نسائی: ۱/۱۹۶) ☆ رحمت عالم ﷺ وتر کے بعد تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسُ پڑھتے اور تیسری مرتبہ تھوڑی اونچی آواز میں کھینچ کر کہتے تھے (نسائی: ۱/۲۵۱، طحاوی)

فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنت نمازوں کی تعداد

دلائل ☆ ہمارے پیارے نبی ﷺ فجر کی فرض سے پہلے دو رکعت، ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت اور فرض کے بعد دو رکعت، مغرب کی فرض کے بعد دو رکعت اور عشاء کی فرض کے بعد دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ (مسلم: ۱/۲۵۲) ☆ آپ ﷺ عصر کی فرض سے پہلے چار رکعت پڑھنے والوں کیلئے دعائے رحمت فرماتے تھے۔ (ترمذی: ۱/۹۸) ☆ حضور ﷺ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے (معجم طبرانی، بحوالہ اعلاء السنن: ۷/۱۳)
☆ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ بھی چار رکعت ادا کرتے تھے (طحاوی: ۱/۲۳۱، عبدالرزاق: ۳/۲۴۷)
☆ نبی ﷺ نمازِ جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے (بخاری: ۱/۱۲۸) اور چار رکعت پڑھنے کا حکم فرماتے تھے (مسلم: ۱/۲۲۸)
☆ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پھر چار رکعت ادا کرتے تھے۔ (طحاوی: ۱/۲۳۱)
☆ محبوب کائنات ﷺ کو اگر ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا موقع نہ ملتا تو ان کو فرض کے بعد کی دو رکعتوں کے بعد ادا فرماتے تھے۔ (ترمذی شریف: ۱/۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ)

فجر کی دو رکعت سنت کے احکام

دلائل ☆ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتیں بہت پابندی کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری: ۱/۱۵۶) اور فرماتے تھے کہ فجر کی دو رکعت سنتیں دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہیں (مسلم: ۱/۲۵۱) فجر کی اذان کے بعد دو رکعت سنت سے زیادہ کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے (ترمذی: ۱/۹۶، ابن ابی شیبہ: ۵/۱۲۶) ☆ فجر کی اذان کے بعد آپ ﷺ دو رکعت سنت سے زیادہ کوئی اور نفل نہیں پڑھتے تھے (مسلم: ۱/۲۵۰) ☆ آپ ﷺ مغرب اور فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتے تھے (مسلم: ۱/۲۵۱، ترمذی: ۱/۹۸)
☆ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص فجر کی دو سنتیں فرض سے پہلے نہ پڑھ سکے تو وہ سورج نکلنے کے بعد (اشراق کے وقت) پڑھے (ترمذی: ۱/۹۶، حاکم: ۱/۲۷۹، حدیث صحیح) نماز فجر کے فوراً بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے (بخاری: ۱/۸۲) ☆ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کی فجر کی نماز چھوٹ گئی تو آپ ﷺ نے سورج نکلنے کے بعد فجر کی سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھی (مسلم شریف: ۱/۲۲۸)
☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابو درداءؓ اگر فجر کی نماز میں مسجد ایسے وقت پہنچتے جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی تو یہ صحابہ کرام ؓ مسجد کے کونے میں یا باہر پہلے دو رکعت سنت ادا کرتے پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ: ۲/۲۵۱، طحاوی: ۱/۲۵۷، اعلاء السنن: ۷/۹۸)

فجر کے علاوہ کسی دوسری نماز کی سنتیں جماعت ہوتے وقت پڑھنا درست نہیں ہے (موطا امام محمد: ص/۸۸)
کیونکہ حدیث شریف میں جماعت ہوتے وقت فرض کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن سنتِ فجر کی اہمیت اور اوپر ذکر کیے گئے عظیم فقہاءِ صحابہؓ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جماعت ہوتے وقت فجر کی سنتیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ بعض روایتوں میں فجر کی سنتوں کے پڑھنے سے بھی ممانعت آئی ہے، فقہاءِ کرامؒ کے نزدیک وہ ممانعت جماعت کی صف میں سنت پڑھنے کے وقت ہے جس سے جماعت کی صف میں خلل ہو۔ (اعلاء السنن: ۷/۱۰۱) اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ (جو جماعت کے وقت سنت کی ادئیگی سے روکنے والی حدیث کے راوی ہیں اور ممانعت کا واقعہ خود انھیں کے ساتھ پیش آیا تھا جیسا کہ حاکم: ۱/۲۷۹ میں ہے) جماعتِ فجر کے وقت ان کا سنت پڑھنے کا عمل صحیح سند سے اوپر گذر چکا ہے۔

نماز تراویح کی بیس مسنون رکعتیں

دلائل: ☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۲۲۵) ☆ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمان بیس رکعتیں پڑھتے تھے (بیہقی: ۲/۴۹۶) ابن ابی ملیکہؒ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۲۲۵) ☆ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے شہر مدینہ منوّرہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (ابن ابی شیبہ: ۵/۲۲۴) ☆ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (مکۃ المکرّمہ میں) میں وتر کے ساتھ تیئیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا ہے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ: ۵/۲۲۴) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک بیس رکعت محبوب ہیں کیونکہ یہی حضرت عمرؓ سے مروی ہے اور مکہ میں مسلمان اسی طرح پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعت پڑھتے ہیں (الام: ص/۱۲۵) علامہ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع (اتفاق) کرلیا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۴۶) امام ترمذیؒ لکھتے ہیں: اکثر اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ اور عمرؓ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے شہر مکّہ مکرّمہ کے باشندوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ترمذی شریف ۱/۱۶۶) امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی بیس رکعات سے کم تراویح مسنون نہیں ہے، حرم کعبہ اور مسجد نبوی میں آج بھی بیس رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانہ سے آج تک ہر جگہ، ہر زمانہ میں سارے مسلمان باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھتے آرہے ہیں۔

لہٰذا صحابہ ﷺ، تابعین رحمہم اللہ اور ساری امت مسلمہ کے اس چودہ سو سالہ مسلسل عمل سے یہ ثابت ہوا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا سردارِ انس و جن، خاتم الانبیاء ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ابی بن کعب ؓ صحابہ ؓ اور تابعینؒ کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اسی وجہ سے اکثر علماء نے بیس رکعت تراویح ہی کو سنت قرار دیا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ۱۱۲/۲۳)

بیس رکعت تراویح کی اوپر لکھی گئی تمام روایات کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، البتہ حضرت ابنِ عباس ؓ کی مرفوع حدیث، علمِ حدیث کے اصول و قواعد کے مطابق حسن درجہ کی ہے، جو محدثینؒ و فقہاءؒ کے نزدیک قابلِ عمل ہے۔ اور چونکہ صحابہ ؓ کے زمانہ سے آج تک پوری امت مسلمہ بیس رکعت تراویح پڑھتی آ رہی ہے اِس تواترِ عملی کی وجہ سے ابنِ عباسؓ کی یہ حدیث محدثین کے اُصول کے مطابق غایت درجہ صحیح ہو گئی ہے، اور حافظ ابنِ حجرؒ کے بقول اِس جیسی حدیث پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے (الا فصاح، بحوالہ احسن التنقیح)

کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ یا صحابہ کرام ؓ رمضان میں ہمیشہ صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور جتنی روایات میں آٹھ رکعت کا ذکر آیا ہے وہ بہت ہی ضعیف ہیں کیونکہ ہر روایت میں ایک دو راوی بے حد ضعیف ہیں صرف سائب بن یزید ؓ کی ایک روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن دوسری کئی صحیح روایتوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے محدثین نے اس حدیث میں کلام کیا ہے (تراویح کی تفصیلی بحث اور تمام روایات کی سندوں کا حال جاننے کیلئے مطالعہ کیجئے: احسن التنقیح لرکعات التراویح ☆ نماز پیمبر ﷺ ☆ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز)

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے کہ "حضور اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (جن میں آٹھ تہجد کے ہوتے تھے اور تین رکعت وتر)۔ اِس حدیث کی بنیاد پر آج کل یہ غلط پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہی سنت ہیں، بیس رکعت پڑھنا بدعت ہے، جن کو حضرت عمر ؓ نے ایجاد کیا ہے۔ لیکن بلاشبہ یہ خیال حقیقت کے خلاف، صحیح حدیثوں کے مخالف، کم علمی اور اپنی جماعت کے بڑوں کی اندھا دھند تقلید کی دلیل ہے۔ کیونکہ ایک سچا مسلمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ عمر فاروق ؓ نے اپنی جان سے زیادہ محبوب نبی ﷺ کی وفات کے صرف چار سال بعد اسلام کے مرکز، مسجد نبوی سے سنت نبوی کو مٹا کر اپنی طرف سے بیس رکعت تراویح کا نیا طریقہ جاری کر دیا اور تمام صحابہ کرام ؓ نے سنت نبوی کو چھوڑ کر بخوشی عمر ؓ کی بدعت کو اختیار کر لیا، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی بیس رکعت کو بدعت اور خلافِ سنت سمجھتے ہوئے بھی خاموشی اختیار

کر لی اور کبھی عاشقِ رسولؐ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آٹھ رکعت والی حدیث نہیں سنائی، بلکہ ایسا خیال ایک شیعی ذہنیت والا شخص ہی کر سکتا ہے۔

نیز کئی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ تین رکعت وتر کے ساتھ کبھی دس رکعت (بخاری: ۱۵۶/۱، مسلم: ۲۶۲/۱) کبھی بارہ رکعت (بخاری: ۱۳۵/۱) کبھی چودہ رکعت (کتاب الزہد: ۴۵۱/۱) کبھی سولہ رکعت (مسند احمد: ۱۴۵/۱) کبھی چھ رکعت اور کبھی صرف چار رکعت بھی تہجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری: ۱۵۳/۱) جب حضور ﷺ سے گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھنا ثابت ہے تو آپ ﷺ کی مقدس ذات سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ آپ ﷺ محرم و صفر وغیرہ میں تو سولہ اور انیس رکعت پڑھتے تھے لیکن عبادت و تلاوت کے موسمِ بہار رمضان المبارک میں صرف گیارہ رکعت پڑھ کر سو جاتے تھے۔ بلکہ ضرور آپ ﷺ کی نماز رمضان کے مہینہ میں غیر رمضان سے کم نہیں ہوتی ہوگی۔ لہٰذا پوری امت کے چودہ سو سالہ عمل کے خلاف ایک حدیث کا غلط مطلب نکال کر دوسری کئی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دینا اور دوسروں کو بھی رمضان کے مبارک و مقدس مہینہ میں مسنون عبادت الٰہی سے روکنا کتنی بڑی محرومی اور اپنی جماعت کی کیسی ناحق تقلید ہے؟

دراصل جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک بخاری شریف کی حدیثِ عائشہؓ کا تعلق تہجد سے ہے، تراویح سے نہیں، جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلویؒ صاف تحریر فرماتے ہیں: جس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہ پڑھتے تھے تو اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی (فتاویٰ عزیزی: ۱۱۹) اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے بھی ترمذی شریف میں صرف بیس اور اس سے زائد رکعات تراویح کا تذکرہ تو فرمایا لیکن اپنی عادت مبارکہ کے مطابق اس کے بعد نہ آٹھ رکعت تراویح کا باب باندھا نہ یہ حدیثِ عائشہؓ یا کوئی دوسری آٹھ رکعت والی حدیث ذکر فرمائی۔

موجودہ اہل حدیث حضرات پر بڑا تعجب ہے کہ وہ دوسروں کو مخالفتِ رسول کے طعنے دیتے ہیں لیکن حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں سے جس کو وہ آٹھ رکعت کی دلیل میں پیش کرتے ہیں، کئی باتیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور اسکے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں کرتے۔ مثلاً: بخاری کی اس حدیث میں یہ بتایا گیا کہ رسول ﷺ چار چار رکعت ادا کرتے تھے لیکن یہ کرم فرما دو دو رکعت پڑھتے ہیں، حضورؐ رمضان اور غیر رمضان میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے لیکن وہ ایک رکعت وتر بھی پڑھتے ہیں، حضور پاک ﷺ آٹھ رکعت پڑھ کر سو جاتے، پھر بیدار ہو کر وتر پڑھتے تھے لیکن یہ حضرات تراویح کے ساتھ ہی وتر پڑھ لیتے ہیں، اس حدیث میں تنہا پڑھنے کا تذکرہ ہے لیکن یہ لوگ پورا مہینہ باجماعت پڑھتے ہیں جس کا اس حدیث میں نہ کوئی تذکرہ ہے نہ اشارہ !!

خواتین کی نماز کا طریقہ

خواتین نماز سے پہلے اپنے چہرے، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدم کے علاوہ پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانپ لیں، موٹی اُوڑھنی سے تمام بالوں کو چھپائیں، قیام میں قدموں کو قریب رکھیں، اپنے ہاتھ اوڑھنی کے اندر ہی کاندھوں تک اٹھا کر سینے پر باندھیں، رکوع وسجدہ میں ہاتھ پیٹ سے قریب رکھیں دور نہ رکھیں، سجدہ زمین سے چپک کر کریں اور قعدہ میں دونوں پیر سیدھی جانب نکال کر زمین پر بیٹھیں۔ قابل عمل احادیث کی روشنی میں چاروں اماموں کے نزدیک عورتوں کی نماز کا یہی طریقہ درست ہے۔ جو لوگ حدیث پاک ''صلوا کما رأیتمونی اصلی'' کا مکمل صحیح مطلب سمجھے بغیر یہ کہتے ہیں کہ مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے ان کی بات احادیث رسول ﷺ کے مخالف اور فقہاء ومحدثین کے مسلک کے خلاف ہے۔ (عورتوں کی نماز کے علمی وتحقیقی دلائل اور صحیح معلومات کے لئے پڑھئے: مجموعہ رسائل ومقالات: جلد دوم ☆ نفائس الفقہ: جلد اول)

چھوٹی ہوئی فرض نمازوں کی قضاء

ہر مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جب بچہ بالغ ہو جائے یا کافر اسلام قبول کرلے تو اس پر سب سے پہلے نماز فرض ہوتی ہے جو طویل بے ہوشی یا پاگل پن کے علاوہ موت تک کسی حال میں کسی مسلمان سے معاف نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی شخص سے کوئی نماز چھوٹ جائے تو اس شخص پر اس چھوٹی ہوئی نماز کو بعد میں ادا کرنا لازم ہے چاہے چھوٹی ہوئی نمازوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو۔ حضور ﷺ کے عمل اور صحیح احادیث سے یہی حکم ثابت ہوتا ہے۔ ایک جنگ سے واپسی کے موقع پر آپؐ کی فجر کی نماز قضا ہوگئی (بخاری: ۱/۸۳، مسلم: ۱/۲۳۸) غزوۂ خندق کے موقع پر آپؐ کی کئی نمازیں چھوٹ گئیں اور آپؐ نے ان تمام نمازوں کی قضا پڑھی (بخاری: ۱/۸۴، مسلم: ۱/۲۲۷، ترمذی: ۱/۴۳) صحیح حدیثوں میں رسول اللہ کا یہ حکم منقول ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی نماز بھول کی وجہ سے یا نیند کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے چھوٹ جائے تو یاد آنے پر اسکی قضا کرے اسکے علاوہ اسکا کوئی کفارہ نہیں ہے (بخاری: ۱/۸۴، مسلم: ۱/۲۴۱) ان حدیثوں میں آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اتنی نمازیں چھوٹ جائیں تو قضا کرو اور اس سے زیادہ کی قضا مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی ہوئی نماز کی قضا لازم ہے اور جو لوگ صرف توبہ کو کافی کہتے ہیں ان کی بات بالکل غلط بے دلیل اور احادیث رسولؐ کے سراسر خلاف ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ تحریر کرتے ہیں: اگر کسی شخص کی چھوٹی ہوئی نمازیں بہت زیادہ ہوں تو ان کو جلد از جلد ادا کر لینا نفل نمازوں میں مشغول ہونے سے بہتر ہے (فتاوی: ۲۲/۱۰۴) (مزید تفصیل کیلئے پڑھئے: فقہی مقالات: جلد چہارم ☆ نفائس الفقہ: جلد سوم)

کچھ ضروری باتیں اور روشن حقیقتیں

خالق کائنات، قاضی حاجات، اللہ رب العالمین جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب وخلیفہ بنا کر زمین پر بھیج رہے تھے اس وقت آپؑ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہارے پاس اپنے احکام بھیجوں گا، جو شخص ان کی اتباع کرے گا وہ بے خوف وغم جنت میں داخل ہوگا اور جو انکار کریگا وہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا (بقرہ:۳۸) اپنے اسی وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہر زمانہ اور ہر قوم میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجتے رہے یہانتک کہ سب سے آخر میں اپنے آخری نبی امام الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی آخری کتاب دے کر ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا اور قیامت تک آنے والے ہر انسان کی حقیقی اور دائمی کامیابی آپ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ باندھ کر صاف اعلان فرمادیا: ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون: جولوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرینگے، اللہ تعالیٰ سے ڈرینگے اور تقوی اختیار کرینگے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورۂ نور: آیت:۵۲) مالک حقیقی نے ہر صاحبِ ایمان پر نبی رحمت ﷺ کی اطاعت کو فرض عین قرار دیتے ہوئے، آپ ﷺ کی اطاعت کو خاص اپنی اطاعت قرار دیا۔ (نساء:۸۰) آپؐ کی اتباع کو اپنی محبت کی شرط قرار دیا۔ (آل عمران:۳۱) آپؐ کی کسی بات کی مخالفت کو حرام اور کفر ٹھیرایا۔ (نساء:۶۵) آپ ﷺ کی زندگی کو ہر انسان کیلئے بہترین نمونہ بنایا۔ (احزاب:۲۱) اور آپ ﷺ کے ہر بول اور قول کو وحیِ الٰہی ٹھہرایا۔ (النجم:۴) خود حضورِ اقدس ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسی کی تاکید اور تلقین کرتے ہوئے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔ (بخاری:۱۰۸۱/۲) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائے (مشکوٰۃ: ص/۳۰) میری سنتوں اور میرے خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے تھام لو اور داڑھوں سے پکڑلو اور بدعات سے بچتے رہو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے (ترمذی:۹۲/۲) حجۃ الوداع میں فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک تم ان کو پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے (۱) اللہ کی کتاب (۲) میری سنت (مؤطا مالک: ص/۳۶۳) ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر فرض ہیکہ وہ اپنے ہر کام میں آپ ﷺ کی تابعداری کرے، اپنی ہر خواہش پر آپؐ کے حکم کو مقدم رکھے۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک جتنے لوگ بھی اللہ کے مقرب بندے اور اولیاء اللہ بنے وہ آپ ﷺ کی اطاعت ہی کے ذریعہ بنے۔ آپ ﷺ کے احکام کے خلاف دوسروں کی بات ماننا، خاندانی رسوم ورواج پر چلنا کافروں کا طریقہ، گمراہوں کا راستہ اور

منافقوں کا شیوہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں سخت مذمت فرمائی ہے (سورۃ بقرہ: ۱۷۰) صحابہ ؓ وتابعینؒ، مجتہدینؒ ومحدثینؒ نے بھی قرآن وحدیث کے خلاف کسی عالم یا بزرگ کی بات ماننے سے پوری امت کو سختی سے منع فرمایا ہے، جس کی کئی روایات سنن دارمی، جامع بیان العلم، تلبیس ابلیس اور حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہیں۔

لیکن افسوس کہ رحمٰن ورحیم رب نے ہم مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی جو روشن مشعل عطا فرمائی تھی عرصہ سے امت محمدیہ کا بڑا طبقہ اس سے آنکھیں پھیر کر اور اندھیرے کو نور سمجھ کر زندگی گذار رہا ہے، بدعات وخرافات کو سنتوں سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے، جہالت وبے عملی کی تاریکیوں کو علم وعمل کے اُجالوں پر ترجیح دی جارہی ہے، دنیوی علوم اور معلومات کیلئے برسوں ہیں لیکن دین کا صحیح علم حاصل کرنے کیلئے چند گھنٹے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ بے شمار گمراہیوں کا شکار ہے اور بے حساب فتنوں میں گرفتار ہے۔

آج اہل اسلام میں دو ایسے طبقے پائے جاتے ہیں جو افراط وتفریط میں مبتلا ہیں (۱) ایک طبقہ وہ ہے جو قرآن وحدیث کا ضروری علم حاصل کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا اور اپنے خاندانی بزرگوں کے رسم و رواج ہی کو اصل اسلام سمجھے ہوئے ہے، دین کی اہم اور بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہے، بے نمازی اور بے علم وعمل لوگوں کو اپنا راہبر بنائے ہوئے ہے۔ (۲) دوسرا طبقہ وہ ہے جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کا دعویدار اور علمبردار ہے لیکن آزاد خیالی کے ساتھ، کتاب وسنت کو سمجھنے کا بہت خواہشمند اور تحقیق کا بے حد شوقین ہے مگر اصول وآداب، شرائط وحدود کی پابندی، اہل علم کی رہنمائی اور خاطر خواہ قابلیت کے بغیر!! یہ طبقہ قرآن وحدیث کو شاید عام کتابوں کی طرح ایک ''آسان کتاب'' حلال وحرام کے احکام اور شریعت اسلامی کو دوسرے قوانین کی طرح ایک عام قانون تصور کرتے ہوئے ان کو اپنے ذہن وعقل سے سمجھنے کی نہ صرف کوشش کررہا ہے، بلکہ ان کے بارے میں زبان وقلم کے ذریعہ اپنی رائے اور خیال ظاہر کرنے کی ناحق جرأت بھی کررہا ہے۔ جبکہ ہمارے سلف صالحین اور بزرگانِ دین زبردست علم رکھنے کے باوجود قرآن وحدیث کے اندر کوئی بات کہنے اور حلال وحرام کا کوئی مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط برتتے اور خوب تحقیق وفکر سے کام لیتے تھے اور دوسرے علماء سے بھی دریافت کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کے کان احکم الحاکمین کے اس ارشاد کو سن چکے تھے: اور جن چیزوں کے بارے میں تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے انکے بارے میں نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے ورنہ تم اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو گے۔ بلاشبہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے (نحل: آیت/۱۱۶) وہ اپنے صادق وامین رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی واقف تھے ''جس نے قرآن میں بغیر علم کے اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (ترمذی: ۲/۱۲۳) ان جیسی آیات

واحادیث کی روشنی میں وہ یہ جانتے تھے کہ کسی چیز کو حلال وحرام کہنے کا حق اللہ کی طرف سے صرف اہل علم ہی کو ہے جو قرآن وحدیث کے علوم کے ماہر ہوں اور کتاب وسنت میں غور وفکر کر کے ان سے احکام ومسائل نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اجتہاد کی صحیح قابلیت رکھنے والے ماہر علماء سے اگر کسی مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تب بھی حدیث رسول ﷺ (اذا اجتهد الحاكم......) کے مطابق ان کو ایک ثواب ضرور ملتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کے علوم عظیمہ سے ناواقف ہونے کے باوجود دین کے بارے میں کوئی بات کہے اور اتفاقاً وہ بات صحیح نکل جائے تب بھی وہ گنہگار ہوگا، جیسا کہ خاتم النبین ﷺ کا صاف ارشاد ہے:
''جس نے قرآن میں اپنی طرف سے کوئی بات کہی اگر وہ صحیح ہو تب بھی اس نے غلطی کی''۔ (ابوداؤد: ص ۵۱۴/۲)

ان واضح احادیث کو پڑھ کر دل میں عشق نبی ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا سچا جذبہ رکھنے والا ہر صاحب ایمان یہ جان لیتا ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا، کسی چیز کو جائز یا ناجائز قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے جس کا ہر شخص کو اختیار دیدیا جائے بلکہ یہ پل صراط جیسا نازک راستہ ہے جس پر کتاب وسنت کا ماہر اور صاحب توفیق انسان ہی صحیح چل سکتا ہے، اور جو شخص علم وفہم، اجتہاد وفقاہت کی نعمت سے خالی ہونے کے باوجود اس پل کو پار کرنے کی کوشش کرتا ہے اسکا انجام سوائے گمراہی اور دوزخ کے دوسرا نہیں، جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے کہ ''قیامت کے قریب لوگ جاہلوں کو اپنا امام اور رہبر ورہنما بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری ۲۰/۱) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے (اور دوسرا شخص اس غلط فتوے پر عمل کرلے) تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (ابوداؤد: ص ۵۱۵/۲) ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ جو مسلمان اپنی پوری زندگی قرآن وحدیث کے مطابق گذارنا چاہتا ہو لیکن وہ قرآن وحدیث کے تمام علوم سے اچھی طرح واقف نہ ہو تو وہ قرآن اور چند حدیثوں کا صرف ترجمہ پڑھ کر اپنے آپ کو عالم اور محقق نہ سمجھے۔ کیونکہ جس طرح کوئی عقلمند اور ذہین آدمی بھی ڈاکٹری کی کتابوں کا ترجمہ پڑھ کر ڈاکٹر، انجینئرنگ کی کتابیں پڑھ کر انجینئر اور قانون ووکالت کی کتابوں کا صرف مطالعہ کر کے وکیل نہیں بن جاتا اسی طرح قرآن اور حدیث کی چند کتابوں کا ترجمہ پڑھ کر کوئی شخص عالم اور مُحَقِّق، مُجْتَهِد اور مُفَسِّر نہیں بن سکتا کہ خود سے دین کو سمجھ جائے اور عبادات ومعاملات، معاشرت وتجارت اور حلال وحرام کے مسائل قرآن وحدیث کے ترجمہ سے خود نکال لے اور اس پر عمل کرنا شروع کردے، بلکہ اس مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت سے مسائل نکالنے کی مکمل صلاحیت رکھنے والے علماء (جن کو عربی میں مُجْتَهِدِیْن اور فُقَهَاء کہتے ہیں) کے قول کے مطابق عمل کرے۔

قرآن وحدیث کے بعد امت مسلمہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد صحابہ کرام ﷺ کی مقدس وپاکیزہ جماعت ہے ان کے بعد تابعینؒ کی اور ان کے بعد تبع تابعینؒ کی، انہیں حضرات کا زمانہ خیر القرون (سب سے بہتر زمانہ) کہلاتا ہے، ان کے زمانہ میں بھی ہر مَا وشُما کو یہ کھلی چھوٹ نہیں تھی کہ جو بھی مسئلہ پیش آئے وہ قرآن و حدیث کھول کر بیٹھ جائے اور جو سمجھ میں آئے اس پر عمل کرلے، بلکہ تاریخ واسماء الرجال کی کتابیں پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ کے دور سے آج تک ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں قرآن وحدیث کے ماہر علماء کی ایک مقدس جماعت موجود رہی ہے جن سے مسلمان شرعی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔
علامہ ابنِ قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اُن صحابہؓ، تابعینؒ اور بعد کے علماء وفقہاءؒ کے ناموں کی فہرست ذکر کی ہے جن کے فتوے کے مطابق مسلمان عمل کیا کرتے تھے، جس کی کچھ مثالیں آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔
ابتدائی دور کے بڑے بڑے محدثینؒ کا بھی یہی عمل تھا کہ وہ شرعی مسائل معلوم کرنے کیلئے مجتہدین اور فقہاء سے رجوع ہوتے اور ان سے معلوم کیا کرتے تھے۔ مثلاً: محدثِ کبیر امام اعمشؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا آپؒ نے اس کا جواب نہ دیا، اسی مجلس میں امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے، آپؒ نے ابوحنیفہؒ سے فرمایا: اے نعمان! اس مسئلہ کا جواب دو، ابوحنیفہؒ نے فوراً اس کا جواب دے دیا، اعمشؒ نے ان سے پوچھا: یہ مسئلہ آپ نے کس حدیث سے بتایا؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: فلاں حدیث سے جو آپ نے ہم کو سنائی تھی، یہ سن کر اعمشؒ بول پڑے ''ہم تو دوائیں فروخت کرنے والوں (کی طرح) ہیں اور تم علاج کرنے والے حکیموں (کی مانند) ہو (یعنی ہم محدثین کا کام تو حدیث کو بیان کرنا ہے اور اس سے مسائل واحکام کا نکالنا تم فقہاء کا کام ہے)۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۶۰/۲) اسی طرح امام ترمذیؒ ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فقہاءِ کرامؒ نے اس حدیث کی تشریح میں یہی فرمایا ہے اور وہی حضرات احادیث کے مفہوم اور اسکے معنی ومطلب کو زیادہ جاننے والے ہیں (ترمذی شریف ۱۹۳/۱) علامہ ابن قیمؒ اپنی مشہور کتاب اعلام الموقعین میں محدثین وفقہاء کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''امت کے علماء دو قسموں میں تقسیم ہیں، ایک قسم محدثین کی ہے جو امت کے امام اور دینِ اسلام کی سواری ہیں، ان حضرات نے امت کیلئے دین کی پناہ گاہوں اور اسلام کے قلعوں (احادیث) کی حفاظت کی اور اس کے چشموں (کتاب وسنت) کو گدلا اور گندہ ہونے سے خوب محفوظ رکھا...... اور دوسری قسم فقہاء کرامؒ کی ہے، یہی فقہاءِ عظام قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے کے اہم کام کیلئے مخصوص ہیں اور یہی حضرات حلال وحرام کے اُصولوں کو جمع کرنے اور مرتّب کرنے کا اہتمام کرنے والے ہیں، یہ فقہاء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں روشن ستارے، اِنھیں فقہاء کے ذریعہ جہالت کی اندھیریوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو

ہدایت و رہنمائی حاصل ہوتی ہے، لوگوں کو اپنی غذا سے زیادہ فقہاء کی ضرورت ہے، اور قرآنِ حکیم کی رُو سے مسلمانوں پر فُقَہاءِ کرامؒ کی اطاعت، ماں باپ کی اطاعت سے زیادہ فرض ہے" (اَعْلَامُ الْمُوَقِّعِیْن: ۱/۷)
مُحَدِّثِ کبیر حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں: حلال و حرام کا علم تو فقہاء ہی سے حاصل کرنا چاہئے (فتح الباری: ۱/۱۲۴)

چونکہ فقہاء کرام اور علماءِ عظام احکامِ شریعت کی تعلیم و تبلیغ کرتے ہیں، ہر زمان و مکان میں امتِ مسلمہ کو کتاب و سنت سے جوڑے رکھتے ہیں اور ملتِ اسلامیہ ان کی رہنمائی میں راہِ شریعت پر چلا کرتی ہے اسی لئے صادق و مصدوق، امین و معصوم، امام الانبیاء ﷺ نے فقہاء و علماء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے (ترمذی: ۲/۹۷) عالم کو عابد پر وہ فضیلت ہے جو مجھ کو تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے (ترمذی: ۲/۹۸) اور چودھویں کے چاند کو ستاروں پر ہے۔ (ابوداؤد: ص/۵۱۳)

بعض احباب کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا "ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا" جب قرآن ایک آسان کتاب ہے تو اس کو سمجھنے کیلئے لمبے چوڑے علم و فن اور علماء کی کوئی ضرورت نہیں، ہر شخص قرآن و حدیث پڑھ کر اپنے ذہن سے انکو سمجھ سکتا اور اُن سے مسائل نکال سکتا ہے، علماء نے خواہ مخواہ ان کو مشکل بنا دیا ہے۔ بعض کم فہم افراد ان باتوں کو سن کر قبول کر لیتے اور علماءِ حق کے مخالف ہو کر بہت ساری گمراہیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہے وہ اس طرح کی سطحی باتوں سے دھوکہ نہیں کھاتے، وہ جانتے ہیں کہ قرآن کی آیتوں اور رسول اللہؐ کی حدیثوں کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک قسم وہ ہے جس میں عام عبرت و نصیحت کی باتیں، پچھلی قوموں کے واقعات، جنت و جہنم کے تذکرے اللہ کے انعامات اور عذابات وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، اس طرح کی آیتیں اور حدیثیں بلاشبہ آسان ہیں اور ہر شخص مسلم ہو یا کافر، یہودی ہو یا نصرانی اُن کو پڑھ کر سمجھ سکتا اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ اسکی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور خود اللہ نے اسکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے" (۲) دوسری قسم وہ ہے جو اسلامی زندگی کے اُصول و احکام، عبادات و معاملات، ملازمت و تجارت اور حکومت و سیاست وغیرہ سے متعلق ہے۔ اس طرح کی آیتوں اور حدیثوں کو کوئی شخص کسی عالمِ دین سے پوچھے اور انکے سمجھائے بغیر بالکل نہیں سمجھ سکتا، ان آیات و احادیث کو سمجھانے اور صحیح معنی بیان کرنے کیلئے علماء کرامؒ نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں اور ان کے درمیان بے شمار اختلافات بھی ہوئے۔
اگر قرآن و حدیث اتنے ہی آسان ہوتے کہ کچھ علم ہو یا نہ ہو ہر شخص ان کو پورا سمجھ سکتا ہے تو اتنی ہزاروں کتابیں لکھنے کی اور اس قدر محنت و مجاہدہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، نہ علماء میں اس قدر اختلافات ہوتے۔ نیز عربی، صحابہؓ

کی مادری زبان تھی لیکن قرآن کو سمجھنے اور صحیح مطلب معلوم کرنے کیلئے وہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپؐ سے پوچھ کر سمجھا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے بڑے بڑے اہل علم صحابہؓ کے پاس جا کر پوچھ پوچھ کر کئی سال میں قرآن کا علم حاصل کیا یہاں تک کہ سب سے بڑے مفسرِ قرآن بنے۔ جو حضرات قرآن وحدیث کے آسان ہونے کا غلط مطلب نکالتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے کسی عالم کی کوئی ضرورت نہیں ہر شخص صرف ترجمہ پڑھ کر بھی اُن کو پوری طرح سمجھ سکتا اور ان سے اپنے تمام مسائل خود حل کر سکتا ہے، وہ علامہ ابن قیمؒ کی تحریر بار بار پڑھیں اور ذرا غور کریں کہ جب امام بخاریؒ کے استاذ حضرت اعمشؒ اور امام المحدثین امام ترمذیؒ جیسے بڑے محدثینؒ، فقہاءؒ پر اعتماد کرتے اور ان سے رجوع ہوتے ہوں اور علامہ ابن قیمؒ فقہاء کو روشن ستارے قرار دے رہے ہوں تو آج کے دورِ جہالت میں دینی علوم سے بالکل ناآشنا حتی کہ عربی زبان سے بھی ناواقف، ساری زندگی کالج وغیرہ کے بے دین، انگریزی ماحول میں یا بازاروں کے اندر دنیا کمانے کی فکر میں دن رات گذارنے والے شخص کو یہ حق کیسے دیا جاسکتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو خود سے پڑھ کر جو سمجھ میں آئے اس پر عمل کرلے اور اس کیلئے کسی علم کے حاصل کرنے کی یا ابن عباسؓ کی طرح علماء سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہ ہو؟ صادق وامین رسولِ مقبول ﷺ نے اسی طرح کی غلط فکر اور گمراہ خیالات کی اصلاح کیلئے فرمایا: جو شخص بغیر علم کے قرآن میں کچھ کہے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ (ترمذی:۲/۱۲۳)

مجتہدینؒ ومفسرینؒ اور علماء کرامؒ کی جماعت سے ناراض اور خود سے قرآن وحدیث کو سمجھنے کے شوقین حضرات اپنی تقریروں اور کتابوں میں یہ بات بھی بڑی قوت اور زور وشور سے پیش کرتے ہیں کہ ''قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی رہنمائی کیلئے نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کی تفسیر اور تشریح پر صرف علماء کا ہی قبضہ اور اِجارہ داری نہیں ہوسکتی بلکہ ہر شخص کو اسکی تفسیر کا حق حاصل ہے'' یہ حضرات چاہے قرآن سے کتنی ہی عقیدت رکھتے ہوں لیکن درحقیقت ان کا یہ جملہ اُس پھول کی مانند ہے جو اپنے رنگ وروپ میں انتہائی خوشنما اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے لیکن اس کی حقیقت سے ناواقف آدمی کا بدن پھول کو چھوتے ہی اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہوکر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ بظاہر بہت اچھا معلوم ہونے والا یہ دِلکش جملہ امتِ مسلمہ کے درمیان لڑائی جھگڑے، ٹوٹ پھوٹ، بدعقیدگی اور بے راہ روی کو عام کرنے اور مذہب اسلام کی شکل وصورت کو بگاڑنے کا خطرناک ہتھیار رہے، حالانکہ ملتِ اسلامیہ کو اِنہیں نقصانات سے بچانے کے لئے حضرت عثمانِ غنیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن مجید کے سارے نسخوں کو ختم کرکے ایک ہی نسخہ کے مطابق تلاوت کا حکم فرمایا تھا۔

'علماء کی اجارہ داری' کے اِس جملہ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ہمارے ملک کے مشہور عالمِ دین حضرت مولانا

اعجاز احمد صاحب اعظمی تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن کی تشریح وتعبیر پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، یہ جملہ بیسویں صدی میں ایجاد ہوا ہے، اور اس کو قرآن وحدیث کو بوجھ سمجھنے والوں نے اتنی مرتبہ دہرایا ہے کہ اب اُن لوگوں کے لئے ضَرْبُ الْمَثَلْ (کہاوت) یا سکہ رائج الوقت بن گیا ہے، جو قرآن کی اور دین کی مَن مانی تشریح کرنا چاہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ دین اسلام کو اسی طرح مَسخ کردیں کہ جیسا مغربیت زَدہ ذہنیتوں نے اپنی صورتوں، سیرتوں اور طور وطریق کو بگاڑ لیا ہے، کہ دیکھنے میں کہیں اسلام کا اثر اور نشان نظر نہ آئے، لیکن مسلمان ہونے کے مُدَّعی (دعویدار) رہیں، اسی طرح اسلام کی ایسی تعبیر وتشریح کی جائے کہ دورِ صحابہؓ کے اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہے، اور دعوے کئے جائیں کہ یہ اسلام ہے، بلکہ یہی اسلام ہے۔ اجارہ داری ایک بھونڈے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور اس سے علماء اسلام کی توہین ظاہر ہو رہی ہے، ورنہ مطلب یہ ہے کہ علماء نے قرآن و حدیث کی جو تشریح کی ہے، اور احکامِ اسلام کی جس طرح تعبیر کی ہے، ہم اس کے پابند نہیں، ہم خود بھی جیسے چاہیں تشریح کرسکتے، اور تعبیر کرسکتے ہیں، اور امت کو چاہئے کہ ہماری تشریح وتعبیر.....خواہ علماء کے خلاف ہی ہو... قبول کرلے۔ لیکن اللہ کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ کسی اور فن کی تعبیر وتشریح کی اجازت آپ ہر شخص کو دے سکتے ہیں؟ قانون کی تشریح ایک ڈاکٹر کرسکتا ہے؟......اس زمانے میں یہ تو قاعدہ مُسلَّم (تسلیم) ہے کہ ہر فن میں صاحبِ اِختِصَاص (اِسپیشلسٹ) ہونا چاہئے، ایک کے دائرے میں دوسرا دَخل نہیں دے سکتا، پھر یہ کیا مذاق ہے کہ دینِ اسلام اور وحی الٰہی کی تشریح وتعبیر کا حق ہر شخص کو ہو، کیا اس میں صاحبِ اِختصاص کی ضرورت نہیں ہے؟ یہ لوگ جو دنیوی فنون کے حلقے میں نہایت صاحبِ عقل ہوتے ہیں، قرآن اور دین کے باب میں زبان کھولتے ہیں، اور قلم اٹھاتے ہیں، تو عقل کے دشمن ہوتے ہیں'' (اہل حق اور اہل باطل کی شناخت: ص/۶۵) (اس اہم بحث کی تفصیلات کیلئے پڑھیے: مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی بے نظیر کتاب ''علوم القرآن'' ☆ مقدمہ تدوین فقہ)

اجتہاد کرنے یعنی قرآن وحدیث کو صحیح سمجھ کر ان سے مسائل نکالنے کیلئے کتنے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے، اس کو ذکر کرتے ہوئے جلیل القدر عالمِ دین امام بغوی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: مُجتَہِد وہ عالم ہے جو پانچ طرح کے علوم میں ماہر ہو: (۱) قرآنِ مجید کا علم (۲) نبی ﷺ کی احادیث کا علم (۳) علماءِ سَلَف (پچھلے علماء) کے اقوال کا علم (۴) عربی زبان کا علم (۵) قیاس کا علم...... جب کوئی شخص ان پانچوں علوم کو حاصل کرلے تو اس کو قرآن وحدیث سے مسائل نکالنا جائز ہے اور جو شخص ان پانچوں علوم میں ماہر نہ ہو اس کیلئے واجب ہے کہ پیش آنے والے مسائل وحالات میں کسی مجتہد کی تقلید کرے (عِقدُ الجِید: ص/۷۔۹) پانچویں صدی کے عظیم ترین مُحدِّث عَلّامہ ابن عبدُ البَرؒ اس سے زیادہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں لکھتے ہیں: یہ سب اقوال (یعنی تقلید سے

روکنے والے جتنے اقوال ہیں جن کو آج غیر مقلدین حضرات زور وشور سے پیش کررہے ہیں) وہ صرف علماء کیلئے ہیں (رہے عوام تو) علماء کرام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عام مسلمانوں پر علماء کی تقلید لازم ہے اور آیتِ شریفہ "فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ" میں "اہلِ ذکر" سے علماء ہی مراد ہیں اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس طرح قبلہ کے معاملہ میں نابینا آدمی پر دوسرے قابلِ اعتماد شخص کی اتباع ضروری ہے، اسی طرح جو شخص عالم اور صاحبِ بصیرت نہ ہو اس کو اپنے عالم کی اتباع کرنا ضروری ہے (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۴۰/۲) صاحبِ کمالات وکرامات بزرگ علامہ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: جو شخص سنت، حدیث، صحابہ کرام ﷺ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کے اقوال سے باخبر نہ ہوگا وہ دین کو صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ (منہاج السنۃ: ۳/۱۷)

امام بغویؒ، ابن عبد البرؒ اور ابن تیمیہؒ کی اس صراحت سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم اور معنی معلوم کرنے اور اُنکے احکام کے مطابق عمل کرنے کیلئے فُقَهَاء و مُجْتَهِدِيْن (قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے والے علماء) اور مُفَسِّرِيْن (قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے علماء) کی رہنمائی بے انتہا ضروری ہے۔ جو شخص قرآن وحدیث کے تمام علوم سے اچھی طرح واقف نہ ہو تو وہ شرعی مسائل اور دینی معاملات میں کسی عالم سے پوچھ کر ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کے مطابق عمل کرے۔ جاننا چاہئے کہ اسی عمل کو تَقْلِيْد کہتے ہیں اور جو مسلمان تقلید کرتے ہیں ان کو مُقَلِّدِيْن کہا جاتا ہے۔ یعنی کتاب وسنت کے احکام پر عمل کی نیت سے قرآن وحدیث کے کسی ماہر عالم کے بتائے ہوئے مسئلہ کے مطابق عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ یہی تقلید کی صاف، سیدھی اور مطابقِ واقعہ تشریح ہے اور حق پرست مُقلّدین کا عمل بھی ایسی ہی تقلید پر ہے۔ اس صدی کے مشہور عالمِ دین مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ تقلید کی یہی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر عمل کررہا ہے اور صاحبِ شریعت (رسولؐ) ہی کی پیروی کررہا ہے...... مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ﷺ ہی کی اطاعت اور اتباع کررہا ہوں امام کو درمیان میں بمنزلہ مُکَبِّرْ (امام کے پیچھے تکبیر پکارنے والے کے درجہ میں) تصور کرتا ہے، اس کو مستقل بِالذّات مُطاع (قابلِ اطاعت) نہیں سمجھتا (فتاویٰ رحیمیہ: ۷۴/۴)

تقلید کے فائدے: محترم قارئین! انصاف کی نظر سے دیکھیں اور دیانت داری کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآن وحدیث کے معنی ومطلب کی حفاظت اور دین وشریعت کی صِیانت اسی تقلید کے ذریعہ ممکن ہے اس لئے کہ دینِ اسلام کی اصل بنیاد دو چیزوں پر ہے: (۱) قرآن (۲) حدیثِ رسولؐ۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن وحدیث کے الفاظ کی حفاظت فرمائی اسی طرح ان کے معنی ومطلب اور مفہوم ومراد کی حفاظت کا

بھی زبردست انتظام فرمایا۔ چنانچہ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بے شمار حافظوں کو پیدا فرمایا، جنھوں نے قرآنِ پاک کے زبر، زیر، پیش اور نقطوں کی بھی حفاظت کی۔ حدیث کے الفاظ کی حفاظت کے واسطے تیز ذہن اور قوی حافظہ والے مُحَدِّثِین کو پیدا فرمایا، جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی ہر ہر حدیث کی تحقیق کر کے تمام حدیثوں کو کتابوں میں جمع کر دیا۔ قرآن و حدیث کے معنی و مطلب کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مُفَسِّرِین، مُجْتَہِدِین اور فُقَہَاء کو پیدا فرمایا جنھوں نے قرآن و حدیث کے مَعانی اور پوری شریعت اسلامی کی حفاظت کی، کتاب و سنت کی روشنی میں عبادات، معاملات، معاشرت اور حکومت و سیاست وغیرہ سے متعلق ہزاروں مسائل کا شرعی حکم کتابوں میں نقل کر دیا۔ اس سے ایک طرف مسلمانوں کو عمل میں سہولت ہوگئی اور دوسری طرف قرآن و حدیث کے مفہوم و معانی محفوظ ہوگئے۔ صحابہؓ کے بعد امت مسلمہ پر فقہاء و مجتہدین اور مفسرین و محدثین رحمہم اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ان حضرات نے قرآن و حدیث کی حفاظت کیلئے اپنی پوری زندگیاں لگا دیں۔ اگر ان اماموں اور فقہاء و محدثین کی زبردست محنتیں اور مخلصانہ کوششیں نہ ہوتیں تو ہر شخص دین پر عمل کرنے میں قرآن و حدیث کے اندر اپنی عقل چلاتا، جسکے نتیجے میں قرآن و حدیث، تورات و انجیل کی مانند جاہلوں اور بے علم لوگوں کے خیالات و تاویلات کا مجموعہ اور نفس پرستوں کے ہاتھ کا کھلونا بن جاتے، ہمارے پاس نہ پیارے رسول ﷺ کی احادیث کا قابل اعتماد ذخیرہ محفوظ رہتا نہ کسی آیت اور حدیث کا صحیح معنی اور مطلب معلوم رہتا۔ اس کے علاوہ تقلید کے اور کئی فائدے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: یقین کرلو کہ ان چاروں مسلکوں (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے اختیار کرنے میں عظیم فائدہ ہے اور انکو چھوڑ دینے میں زبردست نقصان ہے (عِقْدُ الْجِیْد: ۳۱) فقہاء و مجتہدین نے اسلام کی کیسی عظیم خدمت کی اور اُن کی زبردست محنتوں سے امت کو کتنا بڑا فائدہ پہونچا اسکی تفصیل جاننے کیلئے پڑھئے "خطبات علی میاںؒ، جلد: ۶"

برادرانِ اسلام! ابھی آپ تقلید کی حقیقت، غرض و غایت، مقصد و منزل اور اسکے فائدے کے بارے میں عظیم علماء و محدثین کرامؒ کے اقوال پڑھ چکے ہیں۔ اگر کوئی عقل مند انصاف پسندی اور حق کو تسلیم کرنے کے سچے ارادوں کے ساتھ تقلید کی اِس حقیت اور اس کے فوائد پر غور کرے تو یقیناً اس کی اہمیت اور ضرورت کو دل و جان سے مان لے گا، تقلید کے اندر کوئی خرابی اسے کہیں نظر نہ آئے گی۔ لیکن ہمارے بعض بھائیوں نے غلط فہمیوں کی بنیاد پر تقلید کے خلاف ایک قیامت اُٹھا رکھی ہے، اس کو شرک و کفر کہا جا رہا ہے، تقلید کے خلاف کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں جن میں علمی اور تحقیقی باتوں کو بھونڈے اور جاہلانہ انداز میں پیش کر کے صحیح باتوں کو توڑ مروڑ کر اور غلط مطلب نکال کر کم علم عوام کو ورغلایا اور گمراہ کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض کم علم

مسلمان تقلید کو شرک اور مسلمانوں میں مشہور چاروں حق مَسلکوں کو گمراہ سمجھ رہے ہیں جس سے نہ صرف موجودہ مسلمان بلکہ ماضی کے ہزاروں محدثین ومفسرین، علماءِ دین اور کھربوں مسلمان گمراہ قرار پاتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں امتِ واحدہ میں زبردست انتشار اور پھوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ اگر چہ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے بہت ساری کتابیں اور رسالے لکھے جاچکے ہیں، لیکن براہو ضد اور ہٹ دَھرمی کا...... زبان پر حق پرستی اور اتباع کتاب وسنت کے ہزاروں دعوے لیکن دل ان کی حقیقت سے اور زندگی انکے عملی ثبوت سے اسی قدر نا آشنا!!!! چوں کہ ایک مسلمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت سے مایوسی درست نہیں ہے اسی لئے ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور تبلیغِ حق کے اردہ سے یہ چند صفحات لکھے جارہے ہیں۔ دعا ہے کہ حق کو سمجھنا اور تسلیم کرنا ہر ایک کیلئے آسان ہو اور یہ چند اوراق بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو کر امت میں اتحاد اور حق کی اشاعت کا سبب بنیں۔ آمین

کیا تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

ہاں! تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور اُولُــو الْأَمْــرِ کی، اگر تم آپس میں اختلاف کرو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ (نساء:۵۹) عبد اللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں اُولُــو الأمــر سے مراد فقہاء ہیں۔ (تفسیر ابنِ کثیر:۱/۶۷۷، حاکم:۱/۱۲۳) عظیم مفسر قرآن علامہ جصّاصؒ فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں علماء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اختلافی مسئلہ کو قرآن مجید اور حدیث شریف کی طرف لوٹائیں۔ (احکام القرآن:۲/۲۶۴) اور انصاف پسند اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب فقہاء کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو وہ قرآن وحدیث ہی کی طرف رجوع کرتے اور انہیں پر عمل کرتے ہیں۔ ☆ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہ حکم دیا کہ وہ دین کا تفصیلی اور پختہ علم حاصل کریں اور اپنی قوم کو دین کے احکام بتلائیں، اور عام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ ان احکام کی نافرمانی سے بچیں (آیت:۱۲۲) اس آیت کی تفسیر میں مفسر جصاصؒ لکھتے ہیں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں پر واجب کیا ہے کہ جب علماء اُن کو شریعت کے احکام بتائیں تو وہ علماء کی بات مانیں (احکام القرآن:۲/۲۷۰) ☆ اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو امام اور مقتدا بنادیا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے۔ (سورۂ سجدہ:۲۴) اس آیت کی تشریح **کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں**: وہ امام ومُقتدا بنی اسرائیل کے عام لوگوں کی اللہ کے دین اور شریعت **کی طرف رہنمائی کرتے تھے**...... اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو عام افراد امت کی رہبری کا ویسے ہی حکم دیا جیسا کہ

اِس امت محمدیہ کے علماء کو حکم فرمایا ہے (روح المعانی:۲۰۹/۱۲) ☆ حضورؐ نے یمن کے مسلمانوں کو دین سکھانے کیلئے حضرت معاذؓ کو بھیجا اور انکو اجازت دی کہ کسی مسئلہ کا حکم قرآن وحدیث میں صاف الفاظ میں نہ ملے تو ان میں غور وفکر کر کے اسکا حکم بتائیں (ترمذی:۱۵۹/۱) گویا یمن کے لوگوں کو آپؐ نے عملاً یہ حکم دیا کہ تمام مسائل میں معاذؓ کے قول کے مطابق عمل کریں۔ اِن کے علاوہ اور بھی آیتیں، حدیثیں اور صحابہؓ کے اقوال ہیں جن سے تقلید کا ثبوت ملتا ہے (مزید مثالوں کے لئے دیکھئے: تقلید کی شرعی حیثیت ☆ الکلام المفید فی اثبات التقلید)

کیا قرآن وحدیث میں اماموں کی تقلید سے منع کیا گیا ہے؟

ہرگز نہیں! قرآن وحدیث میں کسی شخص کی ایسی اتباع اور تقلید سے منع کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو، ایسی تقلید کو خود مُقلِّدین علماء حق بھی حرام کہتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد خان صاحب قادریؒ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ سے بھی یہی حکم نکلتا ہے کہ تمام امت پر اسی دین واحکام پر عمل کرنا فرض کیا گیا ہے جو دین واحکام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ پر نازل فرمائے ہیں اور احکام شرعیہ دینیہ کے مُقابل باپ داداؤں کے قول وفعل سے سند پکڑ کر ان کا اتباع کرنا کفار ومشرکین کا طریقہ ہے۔ (انکشاف حق:۲۲۷) انصاف پسند اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کفار ومشرکین کی اس ناجائز تقلید کے برخلاف فقہ میں چاروں اماموں کی تقلید واتباع اسلئے کی جاتی ہے تاکہ قرآن وحدیث پر صحیح عمل ہو۔

جو احباب چاروں اماموں کی تقلید کو غلط اور اسلام کے خلاف قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی سب سے بڑی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے "اِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ترجمہ) ان یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا" (توبہ: آیت/۳۱) اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی ایک غیر صحیح حدیث ہے جس کو وہ حضرات بغیر سوچے سمجھے بار بار پیش کرتے ہیں اور سننے والوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اماموں کی تقلید کرنا اُن کو رب بنانا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ خیال ان حضرات کی سراسر غلط فہمی اور آیت مبارکہ کی انتہائی غلط تفسیر ہے جو نہ کسی صحابیؓ سے ثابت ہے نہ سلف صالحینؒ میں سے کسی مُفسّر یا مُحدِّث نے اس آیت کی تفسیر میں چاروں اماموں کی تقلید کا کوئی ذکر کیا۔ دورِ حاضر کے زبردست عالمِ دین مولانا اعجاز احمد صاحب اِن حضرات کی غلط فہمی اور یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کی اتباعِ علماء کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: بے شک قرآن کریم نے یہودیوں کی احبار (علماء) پرستی اور عیسائیوں کی رہبان (بزرگ) پرستی کا انکار کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے: اِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ انھوں نے اللہ کے مَدِّ مقابل اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو رب بنالیا تھا۔ اس میں

من دون اللہ کا لفظ بہت اہم ہے، جب کسی بندے کے لئے خدائی اختیارات مان لئے جائیں، تو یہ کفر وشرک ہے، لیکن اگر علماء نے اللہ کے بندے بن کر، اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے ہوئے، اللہ کے کلام کو سمجھنے کی پوری کوشش کی اور اسی میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کیں، اپنی عمر اسی میں کھپائی، پھر پیروی کرنے والوں نے بھی انھیں خدا نہیں قرار دیا، بندہ ہی مانا، البتہ اپنے سے زیادہ واقف کار سمجھ کر ان کے علم وفہم پر اعتماد کیا اور ان کی پیروی کی تو قرآن اس کا انکاری کب ہے، وہ تو کہتا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، علم والوں سے پوچھو، اگر تمہیں علم نہیں۔ اور فرمایا: وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ، اس شخص کی پیروی کرو جس نے میری طرف انابت (توجہ) اختیار کی۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ مُخلِص اور مُتدیّن (دیندار) علماء کی پیروی کی جائے، اگر اللہ اور بندے کے درمیان اس واسطہ کو آپ پاپائیت سمجھتے ہیں تو یہ وہم ہے، اسے دور کیجئے۔ یہود ونصاریٰ تو مجموعی طور پر احبار ورہبان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ کے سوا رب) بنانے میں مبتلا ہوگئے تھے، لیکن امت مسلمہ اجتماعی اعتبار سے اس بیماری سے بحمد اللہ پہلے بھی محفوظ تھی، اور اب بھی محفوظ ہے، کچھ گمراہ لوگ اگر اس بیماری میں مبتلا ہوئے تو علماء نے اسے رَد کردیا ہے، اس کی وجہ سے پوری امت کو اس کا مریض نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (اہل حق اور اہل باطل کی شناخت: ص/۶۴) اِس آیت وحدیث کے علاوہ اور دلائل بھی پیش کئے جاتے ہیں، لیکن اگر انصاف سے کام لیا جائے تو حقیقتاً کسی سے بھی امت مسلمہ میں صدیوں سے رائج ائمہ اربعہ کی تقلید کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی (تفصیل کیلئے دیکھئے: الکلام المفید فی اثبات التقلید)

کیا تقلید کی ابتدا چوتھی صدی میں ہوئی یا تقلید صحابہؓ کے زمانہ میں بھی تھی؟

اگر انصاف پسندی کے ساتھ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ تقلید صحابہ ﷡ کے زمانہ میں بھی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ ﷡ دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور ہر صحابیؓ اپنے علاقہ کے امام اور مُقتدا بن گئے تھے، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو اُس علاقہ کے مسلمان انہیں صحابہ ﷡ سے پوچھ کر عمل کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۱۴۱) ابن قیمؒ نے ایسے تقریباً ایک سوتیس صحابہ کرام ﷡ کا ذکر کیا ہے جن کے فتوؤں پر مسلمان پورے اعتماد کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے۔ (اعلام الموقعین، جلد اول) مثلاً: مکہ کے مسلمان ابن عباس ﷜ کی، کوفہ کے تابعینؒ ابن مسعود ﷜ کی، یمن کے اہل ایمان معاذ ﷜ کی تقلید کرتے تھے، مدینہ کے اہل اسلام زیدؓ بن ثابت سے مسائل پوچھتے اور ان کے قول کے مطابق عمل کرتے تھے، اور زیدؓ کے قول کے خلاف حدیث رسول ﷺ کے علاوہ کسی شخص کا قول قبول نہ کرتے تھے۔ (بخاری: ۱/۲۳۷، کتاب الحج) حضرت عثمان ﷜ نے وراثت کے

ایک مسئلہ میں حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور حالتِ احرام میں شکار کا گوشت کھانے سے متعلق آپؓ حضرت زبیرؓ کے قول پر عمل فرماتے تھے (فقہ حضرت عثمانؓ: ص/۳۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کو حسن بصریؒ سے مسئلے پوچھنے کا حکم دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد: ۱۲۸/۷) محدث کبیر محمد بن سیرینؒ فرماتے تھے کہ امام شعبیؒ کا دامن ہمیشہ تھامے رہنا کیونکہ میں نے دیکھا کہ لوگ اُن سے اُس وقت بھی فتوے پوچھتے تھے جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے (تذکرۃ الحفاظ: ۷۶/۱) تابعینؒ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے اندر سات ایسے فقہاء تھے جن کے فتوؤں کے مطابق مسلمان عمل کرتے تھے (اعلام الموقعین، جلد اول) علامہ ابن قیمؒ، علامہ ابنِ جریرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: ابنِ عمرؓ اور مدینہ منورہ کے رہنے والے دوسرے صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث نہ پاتے تو وہ زیدؓ بن ثابت کے قول پر فتویٰ دیتے تھے (اعلام الموقعین: ۱۷/۱) علامہ ابنِ سیرینؒ دعا فرماتے تھے: اے اللہ جب تک آپ ابنِ عمرؓ کو زندہ رکھیں مجھ کو بھی زندہ رکھئے تا کہ میں ان کی تقلید و اقتداء کروں (اعلام الموقعین: ۱۵/۱) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ جب بھی مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جس میں مجھے کوئی حدیث نہ ملی تو میں نے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیدیا (سیر الصحابہ: ۳۲۷/۹) خلفاءِ راشدینؓ و دیگر صحابہؓ سے بھی جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا یا کوئی مقدمہ پیش ہوتا اور قرآن و حدیث میں اس کا کوئی واضح حکم نہ ملتا تو وہ دوسرے صحابہ کرامؓ سے پوچھ کر ان کی رائے کے مطابق عمل کرتے اور جواب دیتے تھے۔ امام ابو بکر ابنِ ابی شیبہؒ اور محدثِ کبیر عبدالرزاقؒ نے اپنی کتابوں میں اسکی بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔ (۱)

---

(۱) موجودہ جماعت اہل حدیث کے بعض بھولے بھالے لوگ اوپر لکھے گئے حوالوں اور حقائق پر یہ بچکانہ اعتراض کرتے ہیں کہ اُس زمانہ میں عام لوگ صحابہؓ و تابعینؒ سے حدیث رسولؐ پوچھتے تھے ان کی رائے نہیں پوچھتے تھے، لہٰذا اس کو تقلید کہنا بالکل غلط ہے!! اعتراض کرنے والے حضرات سے سوال ہے کہ کیا صحابہؓ و تابعینؒ پوچھنے والوں کو ہر مسئلہ کے جواب میں حدیث سناتے تھے؟ اگر ہر مسئلہ کا جواب صرف صحیح حدیث سے دیتے تھے تو وہ ڈھیر ساری حدیثیں کہاں چلی گئیں اور صرف ان کے اقوال کیوں محفوظ رہ گئے؟ اور پھر حدیث ہونے کے باوجود دوسرے صحابہؓ و تابعینؒ نے ان سے اختلاف کیوں کیا؟ اور اگر وہ حدیث نہ ہونے کی صورت میں اپنی رائے سے جواب دیتے تھے تو کیا پوچھنے والے اس پر عمل کرتے تھے یا اس کو چھوڑ کر اپنی رائے سے کوئی حکم نکال لیتے تھے؟ اگر ہمارے اِن اہل حدیث بھائیوں کے سامنے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی رائے پیش کی جائے تو وہ ان صحابہؓ وغیرہ کی رائے مانیں گے یا تقلید کے کفر سے بچنے کے لئے قرآن و حدیث میں خود غور کریں گے؟؟؟

چوتھی صدی سے پہلے بھی بے شمار محدثین وفقہاء کے ناموں کے ساتھ حنفی، شافعی وغیرہ کے الفاظ مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر تقلید صحابہ ؓ کے زمانہ میں نہ ہوتی تو ہمارے وہ تمام معتبر مفسرین ومحدثین اور علماء اسلام جن کی لکھی ہوئی کتابیں سارے مسلمان پڑھتے پڑھاتے ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہیں تقلید کو صحیح سمجھ کر اس کو اختیار نہ فرماتے، تمام مفسرینؒ ومحدثینؒ یا مُجتَہِد تھے یا کسی امام کے مُقَلِّد تھے (الکلام المفید: ۹۷۔۱۷۸) جو حضرات تقلید کو چوتھی صدی کی بدعت قرار دیتے ہیں انکو امام الہند، محقق اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ ارشاد آنکھیں کھول کر پڑھنا چاہئے جس میں شاہ صاحبؒ صحابہ ؓ کے دور میں تقلید کے پائے جانے کا صاف اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صحابہ ؓ کے زمانہ سے چاروں مسلکوں کے ظاہر ہونے تک لوگوں کا یہی طریقہ رہا کہ ان کو جو مجتہد عالم مل جاتا وہ اس کی **تقلید** کر لیتے، اس پر کسی بھی قابل اعتبار شخص نے اعتراض نہیں کیا، اگر ان کا یہ عمل غلط ہوتا تو وہ حضرات اس پر ضرور اعتراض کرتے۔ (عِقدُ الْجِیْد: ۲۹) دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: دوسری صدی کے بعد (تیسری صدی میں) امت میں مخصوص مجتہد کے مذہب پر عمل کا مزاج پیدا ہوا اور کسی خاص مذہب پر عمل نہ کرنے والوں کی تعداد کم رہ گئی۔ (الانصاف: ص۵۲)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقلدین نے اماموں کو اپنا رب بنالیا ہے
کیوں کہ وہ قرآن وحدیث کے بجائے اماموں کی اتباع کرتے ہیں

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مقلدین نے اماموں کو اپنا رب بنالیا ہے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ احناف وشوافع وغیرہ مقلدین قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اماموں کو حلال وحرام، جائز وناجائز کا اختیار دیدیتے ہیں، حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے اور یہ خیال سو فیصد غلط ہے۔ مقلدین قرآن وحدیث کے خلاف کسی کے قول کو قبول نہیں کرتے، نہ امام کو حلال وحرام کا مالک سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر امام کی کوئی بات (جاہلوں کے گمان کے اعتبار سے نہیں بلکہ) اصول وقواعد کی روشنی میں قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو امام کے قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جیسا کہ فقہ حنفی اور فقہ شافعی وغیرہ کے اندر بہت سارے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا گیا ہے، صاف دل ودماغ کے ساتھ فِقَہ کی کتابیں پڑھنے والوں یا علماءِ حق سے پوچھنے والوں کو اسکی بے شمار مثالیں نظر آئیں گی۔ الحمدللہ آج تک کبھی مقلدین نے کسی امام کو نہ اپنا رب قرار دیا نہ رسول ونبی سمجھا، نہ نبی کی طرح معصوم گمان کیا، بلکہ وہ ہمیشہ یہی لکھتے اور کہتے رہے کہ امام شریعت ساز (شریعت بنانے والا) نہیں بلکہ شریعت داں (ہم سے زیادہ شرعی احکام ودلائل کو جاننے والا) ہے۔ اور نا معلوم چیزوں میں زیادہ علم والے

کی اتباع نہ صرف شرعی بلکہ طبعی اور فطری چیز ہے جس سے خود تقلید کی مخالفت کرنے والوں کو بھی بے نیازی نہیں ہے۔ جو حضرات کسی بھی امام کی اتباع وتقلید کو اللہ کے ساتھ شرک سمجھتے ہیں کیا وہ چھوٹے بڑے ہر ہر مسئلہ کی دلیل صرف قرآن وصحیح حدیث سے جانتے اور اس کے ناسخ ومنسوخ، صحیح وضعیف کا بھی مکمل علم رکھتے ہیں یا اپنی جماعت کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتے ہیں؟ وہ موجودہ زمانے کے نئے مسائل میں نئی نئی احادیث تلاش کر کے لاتے ہیں یا اپنے فرقہ کے کسی عالم کی تقلید کرتے ہیں یا پھر اپنے عقل ودماغ اور نفس و خواہش کے مطابق عمل کر لیتے ہیں؟؟ علامہ ابن تیمیہؒ نے تقلید کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کتنی اچھی بات ارشاد فرمائی ہے، آپؒ لکھتے ہیں: ''جنّات اور انسانوں میں سے ہر ایک پر ہر حال میں واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی اطاعت کرے...... لیکن چونکہ اللہ ورسول ﷺ کے بہت سے احکام ایسے ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے اسلئے لوگ اس معاملے میں ایسے عالم کے پاس جاتے ہیں جو ان کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام بتا سکے، اسلئے کہ وہ عالم، حضور ﷺ کے ارشادات اور انکے صحیح مطلب کو زیادہ جانتا ہے، لہٰذا مسلمان جن اماموں کی اتباع کرتے ہیں وہ حقیقت میں لوگوں کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان وسیلے، راستے اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں'' (فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳۹/۲) اتنی صاف بات کے بعد کوئی شریف، باحیا اور عقلمند انسان مُقَلِّدِیْن پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ وہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرتے ہیں یا انہوں نے اماموں کو اپنا رب بنالیا ہے۔

بعض حضرات کا گمان ہے کہ تقلید شرک ہے، جہالت وکم علمی کی دلیل ہے؟؟

صحابہؓ وتابعین، فقہاء ومجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید چھوڑ کر اپنی رائے پر عمل کرنے والے جماعت اہل حدیث کے احباب کے ذہنوں میں شیطان نے تقلید کے متعلق یہ غلط فہمی ڈالدی ہے کہ جس شخص کا قول حجت نہ ہو اسکی بات ماننا تقلید ہے، تقلید قرآن وحدیث کے خلاف بے دلیل بات کو ماننے کا نام ہے، جو مسلمان تقلید کرتے ہیں ان کے پاس اپنے عمل کی کوئی دلیل نہیں ہوتی، تقلید جاہل وکُند ذہن آدمی کا کام ہے، وغیرہ۔ درحقیقت اس طرح کی باتیں کہنے والے چاروں اماموں کی تقلید کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں اور تقلید کی تعریف میں بھی دوسروں کی تقلید کر رہے ہیں۔ اگر کسی کی بے دلیل بات ماننے کا نام ہی تقلید ہے تو موجودہ اہل حدیث حضرات سب سے بڑے مقلِّد ہیں کیوں کہ آج تک انہوں نے بخاری ومسلم کی احادیث کے صحیح ہونے کی قرآن وحدیث سے کوئی ایک دلیل بھی نہیں دی نہ کسی ایسے شخص کا کوئی قول پیش کر سکے جس کا قول حجت ہو۔

چاروں اماموں کے مقلدین جس معنی میں مجتہدین کرامؒ کی تقلید کرتے ہیں اسکی حقیقت کو واضح کرتے

ہوئے داعیٔ کتاب وسنت، مبلغ قرآن وحدیث حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ تحریر کرتے ہیں: جس بات میں تقلید کی جاتی ہے وہ بات بادلیل ہوتی ہے اور مجتہد کے پاس اس کی تفصیلی دلیل ہوتی ہے۔البتہ مقلد محض حسن عقیدت کی بناء پر اس کی بادلیل بات کو بلا مطالبۂ دلیل تسلیم کرلیتا ہے۔(تجلیات صفدر:۳۱۲/۲) یعنی تقلید کسی کی بے دلیل بات ماننے کا نام نہیں بلکہ دلیل پوچھے بغیر مجتہد کی بات ماننے کا نام ہے۔

جو غیر مقلدین حضرات یہ کہتے ہیں کہ تقلید شرک اور حرام ہے، جاہل یا ہٹ دھرم اور کند ذہن آدمی ہی تقلید کرتا ہے۔کیا وہ درج ذیل علماء وفقہاء، محدثین ومفسرین، اولیاء واتقیاء پر بھی یہی حکم لگا سکتے ہیں؟؟

(۱) امامِ شافعیؒ: آپؒ نے فرمایا: میں نے یہ جواب حضرت عطاءؒ کی تقلید کرتے ہوئے دیا ہے(اعلام الموقعین :۱۶۳/۴)
(۲) امام مزنیؒ شافعی (۳) امام ابوالحسنؒ حنفی (۴) امام طحاویؒ حنفی (۵) امام احمد بن محمد قدوریؒ حنفی (۶) امام رازیؒ شافعی (۷) امام بیہقیؒ شافعی (۸) قاضی عیاضؒ مالکی (۹) سلطان صلاح الدین ایوبیؒ شافعی (۱۰) علامہ ابنِ صلاحؒ شافعی (۱۱) امام نوویؒ شافعی (۱۲) امام غزالیؒ شافعی (۱۳) حضرت عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی (۱۴) علامہ ابن جوزیؒ حنبلی (۱۵) امام بغویؒ شافعی (۱۶) علامہ ابن عبد البرؒ مالکی (۱۷) امام قرطبیؒ مالکی (۱۸) علامہ ابنِ رشدؒ مالکی (۱۹) امام زیلعیؒ حنفی (۲۰) علامہ ذہبیؒ حنبلی (۲۱) علامہ ابن حجرؒ شافعی (۲۲) مفسر قرآن ابن کثیرؒ شافعی (۲۳) امام ابوبکر جصاصؒ حنفی (۲۴) شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعیؒ (۲۵) محی الدین ابنِ عربیؒ مالکی (۲۶) امام ابنِ ہمامؒ حنفی (۲۷) علامہ ابنِ قدامہؒ حنبلی (۲۸) علامہ ابنِ رجبؒ حنبلی (۲۹) علامہ جلال الدین سیوطیؒ شافعی (۳۰) ملا علی قاریؒ حنفی (۳۱) علامہ سخاویؒ شافعی (۳۲) امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ حنفی (۳۳) محمد طاہر پٹنیؒ حنفی (۳۴) شاہ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ (۳۵) شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی حنفی (۳۶) شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلویؒ حنفی (۳۷) علامہ آلوسیؒ حنفی (۳۸) محمد بن عبدالوہابؒ حنبلی (۳۹) شاہ اسحاق محدثؒ حنفی (۴۰) سید اسماعیل شہیدؒ حنفی۔

انکے علاوہ اور بے شمار نام ہیں جن کی مزید تفصیل ناقابل انکار حوالوں کے ساتھ طائفۂ منصورہ اور الکلام المفید میں دیکھی جاسکتی ہے جن میں ایک خاصی تعداد دوسری اور تیسری صدی کے علماء کی ہے۔اِن مقلِّد علماءِ اسلام پر کوئی حکم لگانے سے پہلے اَلبِـدایَہ، تذکرۃ الحفاظ اور طبقات وغیرہ تاریخ کی کتابوں میں ان کا تذکرہ ضرور پڑھ لیا جائے۔{ا} ناصرالدین البانی صاحب اپنے بارے میں لکھتے ہیں: میں نے اِن سب باتوں میں اُس مجلس کی تقلید کی ہے جو تحقیق کیلئے قائم کی گئی ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ :۳۱۶/۱۳)

{ا} بعض اہل حدیث احباب حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک تحریر کا غلط مطلب نکال کر یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان تمام محدثین کو حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ وہ اماموں کی تقلید کرتے تھے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

آج کل تقلید اور مقلدین کے خلاف جو گرم بازاری نظر آرہی ہے اور بعض لوگوں کی طرف سے جس طرح کا زہر اہلِ اسلام کے خلاف پھیلایا جارہا ہے ایسی اخلاقی پستی اور علمی گراوٹ، نصف صدی قبل حلقۂ غیر مقلدین کے کچھ اہلِ علم میں نظر نہیں آتی تھی۔ وہ حضرات اختلاف کے باوجود مقلدین کو کافر و مشرک یا گمراہ نہیں کہتے تھے بلکہ ان کا مقام و مرتبہ کے اعتبار سے احترام کرتے تھے۔ چند مثالیں اس کے اندازہ کیلئے کافی ہیں۔

شیخ الحدیث محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ مرحوم اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: قریبا ایک سو سال سے زیادہ عرصہ ہورہا ہے ایک بزرگ سید احمد بریلوی ہوئے، یہ **حنفی المذہب** تھے، نہایت پرہیزگار **ولی اللہ** تھے انہوں نے سکھوں اور انگریزوں کے ساتھ جہاد کا فیصلہ کیا۔ (فتاویٰ: ص ر۱۷) قلب پر ان کا (صوفیاء کرام کے وظیفوں اور مراقبوں کا) کچھ نہ کچھ اثر ہوا، اس پر مفید نتائج مرتب ہوئے اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ امام غزالیؒ ایسے یگانۂ روزگار نے نظامیہ کی صدر مدرسی سے مستعفی ہوکر دمشق کے جنگلوں میں پناہ لی...... یہ راہ (وظیفے مراقبے) سنت نہ سہی فی الجملہ مفید تھی۔ (فتاویٰ: ص ر۲۵۲) موجودہ جماعت اہل حدیث کے چوٹی کے عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحبؒ، سید الاولیاء شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ کا تذکرہ ان عقیدت مندانہ الفاظ میں کرتے ہیں: آپؒ دسویں صدی کے مصری مشائخِ طریقت میں سے ہیں۔ شافعی المذہب تھے، شریعت و طریقت ہر دو کے جامع تھے، صاحبِ کرامت تھے۔ تمام ائمہ دین اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے، بالخصوص امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا بہت ادب کرتے تھے، ان کے حق میں بے ادبی کرنے والے کو برا جانتے تھے بلکہ اگر ایسے گستاخوں پر کوئی بلاء

بلکہ اس وجہ سے کہا گیا کہ یہ محدثین اکثر مسائل میں ان اماموں کی موافقت کرتے تھے۔ اگر اس جواب کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں مسالک صحیح اور محدثینؒ کے مسلک کے موافق ہیں جب ہی تو ان محدثینؒ نے ان مسلکوں کی اکثر مسائل میں موافقت کی اور جو لوگ کم فہمی کی وجہ سے کسی مسلک کی مخالفت کررہے ہیں وہ دراصل محدثینؒ کی مخالفت کررہے ہیں اور ان کو گمراہ قرار دے رہے ہیں۔ اگر اکثر مسائل میں تمام محدثینؒ نے ان چاروں مسلکوں کی موافقت کی ہے تو پتہ نہیں یہ مخالف حضرات اکثر مسائل میں کس کی موافقت کرتے ہیں اور چاروں مسلکوں کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ کیا یہ اُن محدثین سے زیادہ علم والے ہوگئے؟ جب محدثین کو حنفی یا شافعی کہا جاتا ہے تو یہ حضرات غیر مقلدین اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنے سے کیوں چڑتے ہیں اور محدثین کی راہ پر کیوں نہیں چلتے؟ اس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ آج کی موجودہ جماعت اہلحدیث اور اُن قدیم حقیقی اہل حدیث حضرات میں کس قدر فرق اور مخالفت ہے؟

نازل ہوتو ان کی عیادت بھی نہیں کرتے تھے......ان کی کتاب میزانِ کبریٰ مشہور ہے، الحمد للہ اس فقیر کے پاس موجود ہے......**مجھ زلہ پائے (ابراہیم صاحب) کو ان سے کمالِ عقیدت ہے، ۱۳۲۰ھ** کے سفرِ حج کے ضمن میں دیگر بلادِ اسلامیہ کا سفر بھی کیا تھا......مصر میں نمازِ جمعہ جامع امام شافعی میں پڑھ کر امام شافعیؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھی، پھر مغرب کی نماز شیخ صاحب ممدوح (امام شعرانیؒ) کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپ کی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی (حاشیہ تاریخ اہلحدیث، ص/۳۹۴) مشہور غیر مقلد عالم داؤد غزنوی صاحبؒ کا یہ بیان پڑھنے کے قابل ہے:

''اس ملک (ہندوستان) کی اصلی طاقت علماء ہیں،......انھوں نے ملک وقوم کے لئے پناہ قربانیاں دی ہیں اور دے رہے ہیں......کیا **مولانا حسین احمد مدنیؒ** کا مرتبہ آپ سے کم ہے؟ ملک اور ملک سے باہر ان کے ہزاروں شاگرد ہیں جو لوگوں کو قرآن وحدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دے رہے ہیں......کیا (علماء دیوبند) **مولانا سعید احمدؒ، مفتی کفایت اللہؒ اور دیگر علمائے کرام** کی خدمات کو نظر انداز کردیا جائے...... **ملک کی دولت یہی بوریا نشین ہیں**، جنھوں نے انگریزی استعمار (ظالم حکومت) سے ٹکر لی، ہمیں ان پر فخر ہے''۔ (نقوش عظمت رفتہ: ص/۳۵۱)

جو حضرات تقلید کو کفر وشرک، حرام و جہالت خیال کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث کی بنیاد ڈالنے والوں میں جن کو شمار کیا ان کی اکثریت حنفی ہے جن میں تین حضرات علماء قابل ذکر ہیں: (۱) **امام ربانی مجدد الف ثانیؒ:** جن کے متعلق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں: آپ بلا اختلاف گیارہویں صدی کے مسلّم مجدد ہیں، یہی مجددؒ فرماتے ہیں: **بلا تکلف وتعصب کہا جاسکتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں** (مکتوبات: ۵۵) (۲) **حضرت شاہ ولی اللہؒ:** جن کو سیالکوٹی صاحب امام الہند حکیم الامت حجۃ الخلف جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں، علمِ حدیث کے یہی علم بردار تحریر فرماتے ہیں: **جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اُس پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے** (عقد الجید: ۹) دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: **تقلید میں بہت سارے فائدے ہیں جو چھپے ہوئے نہیں ہیں** (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/۳۶۱) **یقین کرلو کہ ان چاروں مسلکوں (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے اختیار کرنے میں عظیم فائدہ ہے اور ان کو چھوڑ دینے میں زبردست نقصان ہے**۔ (عِقدُ الجِید: ۳۱) (۳) **حضرت شاہ اسحاقؒ:** جن کو سیالکوٹی صاحب استاذ الآفاق کہتے ہیں، یہی شاہ صاحبؒ صاف بیان کرتے ہیں کہ: **چاروں مسلکوں کے مقلدین کو بدعتی نہیں کہیں گے اس لئے کہ چاروں مسلکوں کی تقلید بعینہٖ حدیث کے ظاہر و باطن کی تقلید ہے اور ان کو بدعتی کہنا گمراہی اور سببِ عذاب ہے**۔

(مأتہ مسائل: ص۹۳) ان چند معتبر حوالوں سے ایک انصاف پسند ذہن آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ قرآن وحدیث کی سب سے زیادہ خدمت اور اشاعت، مقلدین حضرات ہی نے کی، اور یہ حضرات مقلدین اہل حدیث خادمینِ قرآن وحدیث، جہاں کتاب وسنت کی خدمت کرتے وہیں تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کیلئے صوفیاءِ کرامؒ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ تصوف وطریقت اور بیعت وارشاد کو بدعت وگمراہی ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ہر طرح کا تصوف غیر اسلامی راستہ ہے تو یہ تصوف کو پھیلانے والے صوفیاء کرامؒ، اہل حدیث کیسے ہوگئے؟ (اسلامی تصوف کی صحیح تصویر جاننے کیلئے پڑھئے: تصوف، ایک تعارف ☆ شریعت وطریقت)

صحابہ کرامؓ نہ حنفی تھے نہ شافعی، لہٰذا یہ چاروں مسلک بدعت ہیں

بعض لوگ ان فقہی مسلکوں کو اس وجہ سے بدعت کہتے ہیں کہ وہ صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ میں نہیں تھے۔ یہ لوگ دراصل بدعت کی تعریف اور ان فقہی مسلکوں کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے علماءِ حق کے نزدیک بدعت اُس نئے عقیدہ اور عمل کو کہا جاتا ہے جس کو بِالذَّات ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے اور لازم سمجھا جائے، حالانکہ نہ قرآن وحدیث میں اس عمل وعقیدہ کا کوئی ثبوت ملتا ہو، نہ کسی صحابیؓ سے ثابت ہو، نہ شریعت پر عمل کیلئے ضروری ہو، یا وہ عمل غیروں کا طریقہ ہو۔ جیسے: زندہ یا مردہ شخص کو سجدہ کرنا، قبروں کو سجدہ کرنا، ان پر چادریں چڑھانا، گیارہویں کرنا، عرس وصندل کرنا، کسی بزرگ کے نام کے چبوترے اور جھنڈے بنانا، محرم اور صفر کے مہینے میں شادی وغیرہ کو بُرا سمجھنا، کسی کے مرنے کے بعد زیارت، چہلم، برسی وغیرہ کرنا، قبروں کو اونچا اور پختہ بنانا، ان پر عمارت، گنبد بنانا، درگاہوں پر نذر ونیاز ماننا اور چڑھاوے چڑھانا وغیرہ۔ یہ چیزیں نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں نہ صحابہؓ سے، نہ کسی امام کے نزدیک جائز ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ: رسول ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر عمارت بنانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا (مسلم: ۳۱۲/۱) آپ ﷺ کا صاف ارشاد مبارک ہے: کسی انسان کیلئے کسی انسان کو سجدہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (نسائی، احمد) ایک صحابیؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں تو آپؐ سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: اگر تم میری قبر کے پاس سے گذروگے تو کیا میری قبر کو بھی سجدہ کروگے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: زندگی میں بھی مجھے سجدہ نہ کرو۔ (ابوداؤد: ص۲۹۱) مفسّرِ قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں: جاہل لوگ، اولیاء اور شہیدوں کی قبروں کے ساتھ جو حرکتیں کرتے ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا، ان پر چراغ جلانا، ان کی طرف رُخ کرکے سجدہ کرنا اور ہر سال عید کی طرح انکے پاس جمع ہونا جس کو عُرس کہا جاتا ہے یہ سب ناجائز کام ہیں۔ (تفسیر مظہری: ۶۵/۲) امام نوویؒ فرماتے ہیں: قبر پر تیسرے دن جمع

ہونا......اور (انتقال کے بعد) مخصوص دنوں میں مثلاً: تیسرے، نویں، دسویں، چالیسویں دن اور چھٹا مہینہ اور برسی میں کھانا کھلانا یہ سب باتیں بدعتِ ممنوعہ (ناجائز) ہیں۔(راہِ سنت:ص/۲۶۵) علامہ دمشقیؒ صاف لکھتے ہیں: اجرت پر قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میّت کو پہنچانا، یہ کام صحابہ ؓ وتابعینؒ وغیرہ میں کسی نے نہیں کیا......اور نہ کسی امام نے اس کی اجازت دی ہے، قرآن کی تلاوت پر پیسے لینا جائز نہیں ہے (شرح عقیدۃ الطحاوی :ص/۳۸۱ ،بحوالہ راہ سنت) محدثِ کبیر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہ گار ہیں (درِ مختار) الغرض یہ سارے کام کتاب وسنت کے خلاف ہونے کیوجہ سے بدعت اور حرام ہیں (سنت وبدعت کی صحیح معلومات کیلئے پڑھئے: اسلام میں سنت کی عظمت ☆ راہ سنت ☆ گلدستۂ توحید)

اس کے برخلاف انصاف پسندی کے ساتھ فقہ کا مطالعہ کرنے والے تمام حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ چاروں مسلکوں میں جتنے مفتیٰ بہ مسائل ہیں وہ قرآن، حدیث، اجماع امت، اقوال صحابہؓ یا قیاسِ مجتہد میں سے کسی ایک سے ثابت ہیں جو تمام سلف صالحین کے نزدیک دلیل وحجت ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں پر عداوت وتعصب کی پٹی باندھ لے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں حنفی، شافعی ناموں کو دکھانے کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اہل قرآن (منکر حدیث) اہل حدیث (غیر مقلدین منکرین فقہ) سے کہنے لگے کہ یہ ثابت کرو کہ صحابہ کرام ؓ بھی بخاری ومسلم پڑھتے تھے اور ان کی تمام حدیثوں کو صحیح سمجھتے تھے؟ جو لوگ چاروں مسلکوں کو بدعت کہتے ہیں انکو چاہئے کہ فن حدیث کو بھی بدعت کہیں اس لئے کہ حدیث کی صحیح، ضعیف وغیرہ قسمیں اور اس کے سارے اصول وقواعد نہ قرآن وحدیث میں لکھے ہوئے ہیں نہ صحابہؓ ان سے واقف تھے!! حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ومالکؒ، صحابہ ؓ کے آخری دور میں اور امام شافعیؒ واحمدؒ، صحابہ ؓ کے بعد پیدا ہوئے لیکن ان کے مسلک کے مسائل کتاب وسنت اور صحابہ ؓ وغیرہ ہی سے ثابت ہیں، جیسے امام بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہ محدثین، صحابہ ؓ کے تقریباً سو سال بعد پیدا ہوئے لیکن ان کی لکھی ہوئی کتابوں میں اُن حضرات کی تحقیق کے مطابق صحابہ ؓ کے زمانہ ہی کی حدیثیں ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں اماموں کا کوئی ذکر نہیں ہے تو ان کی تقلید کیسے جائز ہوگی؟ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ تقریباً تمام مسلمان قرأت کے سات مشہور طریقوں میں سے امام حفص کوفیؒ سے منقول طریقہ کے مطابق قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں حفصؒ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیثوں کے معاملہ میں سارے مسلمان امام سفیانؒ، وکیعؒ، یحیٰ بن معینؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداوٗدؒ، ابن ماجہؒ، طحاویؒ، نوویؒ، ابن حجرؒ وغیرہ محدثین کو اپنا امام تسلیم کرتے، ان کی تقلید کرتے اور ان کی تحقیق

پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن وحدیث میں نہ ان اماموں کا ذکر ہے نہ ان کی کتابوں کا تذکرہ، رسول اللہ ﷺ نے کسی حدیث میں امام بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہ کی اتباع کا حکم نہیں فرمایا نہ ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی کسی حدیث کے صحیح ہونے کی خبر دی ہے۔ اسکے باوجود چاروں اماموں کی تقلید نہ کرنے والے حضرات بھی ان محدثین کی آنکھ بند کرکے تقلید کرتے ہیں۔ جس طرح قرأت وحدیث کے فن میں محدثین اور قاریوں کی تقلید پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اسی طرح فقہ میں ان چاروں اماموں کی امامت اور اُن کی اتباع پر ساری امت محمدیہ کا اجماع واتفاق ہے۔ اسلام کے عظیم عالم، حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلویؒ فرماتے ہیں: امت کے قابلِ اعتماد افراد نے ان چاروں مَسلکوں کی تقلید کے جائز ہونے پر اتفاق کرلیا ہے جو آج بھی قائم ہے اور اس میں جو فائدے ہیں وہ ظاہر ہیں (حُجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۵۴) اور پوری امت جس بات پر متفق ہوجائے وہ حق ہے، اس کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر متفق ہونے نہیں دے گا۔ (ترمذی شریف: ۲/۳۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فن حدیث میں محدثین کی تقلید کو صحیح اور فن فقہ میں مجتہدین کی تقلید کو بدعت کہنے والے ہمارے دوست کھلی نادانی یا تعصب کا شکار ہیں۔

جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو علماء وفقہاء کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟

یقیناً اگر قرآن وحدیث میں قیامت تک پیش آنے والے چھوٹے بڑے تمام مسائل کا جواب واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہوتا، قرآن وحدیث کو صرف ترجمہ کی مدد سے سمجھ لیا جاسکتا اور ہر ایک کا سمجھا ہوا مطلب قابل قبول ہوتا تو بے شک کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی، ہر انسان قرآن وحدیث کھول کر اپنے مسئلہ کا جواب تلاش کرکے عمل کرلیتا اور اس صورت میں نہ کوئی شخص گمراہ ہوتا نہ گمراہی کا وجود ہوتا، نہ کوئی اختلاف رہتا نہ کسی فرقہ اور جماعت کا نام ونشان ملتا۔ لیکن حقیقت کی دنیا کا روپ اس سے بالکل مختلف ہے۔ آج امت بے شمار فرقوں میں بٹ گئی ہے اور ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر کہتا ہے، تمام گمراہ فرقے قرآن وحدیث ہی کا نام لے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ زمانہ کے بے شمار مسائل ہیں جن کا کوئی تذکرہ بظاہر قرآن وحدیث میں کہیں نظر نہیں آتا تو کیا ایسے مسائل میں امت کتاب وسنت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات یا قومی رسم ورواج پر عمل کرے یا ہر شخص کی نظر میں جو چیز بھلی لگے وہ اسی رُخ پر چل پڑے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی دیندار شخص دونوں باتوں کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ کیونکہ جس طرح فن حدیث کے ماہر محدّث ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہے، ہر حدیث پڑھنے والے کو اس کا بالکل اختیار نہیں ہے، اسی طرح قرآن وحدیث میں غور وفکر کرکے مسائل نکالنے کا حق بھی صرف فقیہ ہی کو ہے ہر کس وناکس کے لئے ایسا کرنا ناجائز ہے، جس

کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ جو حضرات قرآن وحدیث کی موجودگی میں علماء وفقہاء کی تقلید کو ناجائز یا فضول خیال کرتے ہیں وہ امام اہلِ سنت حضرت احمد بن حنبلؒ کا یہ ارشاد غور سے پڑھیں، آپؒ فرماتے ہیں:

''اگر کسی کے پاس احادیثِ رسول ﷺ اور صحابہ وتابعین ؓ کے اختلافی مسائل کی کتابیں ہوں تو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ جس پر چاہے عمل کرے اور فیصلے کرے یہاں تک کہ علماء سے یہ دریافت کرلے کہ وہ کس پر عمل کرے، تب ہی اس کا عمل صحیح طریقہ پر ہوگا''۔ (اعلام الموقعین: ۱/۳۵)

اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اس سے زیادہ واضح بات خود علامہ ابنِ قیمؒ نے تحریر فرمائی ہے، آپؒ لکھتے ہیں: ''اگر کسی شخص کے پاس بخاری مسلم اور حدیث کی دوسری مستند کتابیں ہوں تو کیا وہ شخص اُس کتاب کی احادیث کے مطابق فتوی دے سکتا ہے یا نہیں؟ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ کسی بھی صورت میں اس کیلئے صرف کتاب پڑھ کر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے...... اور ایک دوسری جماعت اس کو جائز کہتی ہے...... لیکن اس مسئلہ میں صحیح قول یہ ہے کہ اگر حدیثِ رسول ﷺ کا معنی ومطلب بالکل واضح ہے کہ ہر سننے والا اس کا مطلب سمجھ جاتا ہے تو اس شخص کیلئے اس پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا جائز ہے...... اور اگر حدیث کا مطلب ومعنی واضح نہیں ہے تو اس کیلئے حدیث کے معنی پوچھے بغیر عمل کرنا اور فتویٰ دینا درست نہیں ہے...... حدیث پڑھ کر مسائل بتانا صرف اس شخص کیلئے جائز ہے جس کے پاس مکمل قابلیت وصلاحیت ہو، وہ اُصول وقواعد اور عربی زبان سے اچھی طرح واقف ہو، اگر کسی شخص کے پاس یہ صلاحیت نہ ہو (جیسا کہ آج امت کی اکثریت اور خصوصاً اہل حدیث احباب، ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب وغیرہ کا حال ہے) تو اس پر وہی کام فرض ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم فرمایا ''اہلِ علم سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو''۔ (اعلام الموقعین: ۴/۱۸۰) عظیم الشان محدث علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: رہے مسائل فرعیہ تو یہ چونکہ نئے نئے واقع ہوتے ہیں اور عوام پر ان کا پہچاننا دشوار ہے اور دھوکا کھانا قریب ہے اس لئے ان مسائل میں عامی کو تقلید کرنا بہتر ہے...... ابلیس نے...... جتنا جس پر قابو پایا گمراہ کیا، چنانچہ بعض کو اس نے سمجھایا کہ محض تقلید پر جم جانا قبیح (برا) ہے۔ (تلبیس ابلیس مترجم: ص/۱۰۸)

خود جماعت غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناءاللہ صاحب امرتسری اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس موافقت اور عدم موافقت کی پہچان کس کو ہے؟ اور کون بتائے گا کہ یہ حکم مجتہد کا صحیح ہے اور وہ غلط ہے، آج کل کس کو یہ لیاقت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو علوم مذکورہ بالا (لغت، صرف ونحو، معانی، بیان، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول وغیرہ) سے واقفیت ہوگی وہ بتلادے گا، جن عوام کالأ نعام کو خبر نہیں وہ اپنے وقت کے موجودہ علماء سے دریافت کر کے عمل کرلیں گے کیوں کہ ان کو یہی حکم ہے (فاسئلوا أھل الذکر ان

کنتم لاتعلمون) یعنی اللہ فرماتا ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ پس وہ بیچارے عوام کالأنعام جو علم سے بے بہرہ ہیں وہ ان ہی اپنے زمانہ کے علماء سے پوچھیں گے، نہ مجتہدین متقدمین سے، مجتہدین سے پوچھیں تو آخران سے بلاواسطہ کیسے پوچھ سکیں؟ اُن سے پوچھنا بھی یہی ہے کہ موجودہ علماء سے پوچھیں، پھر بعد پوچھنے کے چونکہ مجتہد کا قول بذاتہ بدون مطابقت حجت نہیں، علماء وقت سے اس قول کی مطابقت اور صحت دریافت کریں تو آخر سب کچھ علماء وقت کے بتلانے پر موقوف رہا اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ ''العامی لامذھب لہٗ انما مذھبہٗ مذھب مفتیہ'' یعنی عوام کا اپنا کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ان کا مذہب وہی ہے جو اُن کے فتوی دینے والا کا ہے۔ (اہل حدیث کا مذہب: ص/۶۹) یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ خود تقلید کا انکار کرنے اور صرف قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ کرنے والے ہمارے غیر مقلد احباب بھی تقلید وقیاس کی سخت مخالفت کے باوجود بے شمار مسائل میں اپنی جماعت کے علماء سے پوچھنے اور کتاب وسنت کی کسی واضح دلیل کے بغیر ان کے بتائے ہوئے مسئلہ پر عمل کرنے پر مجبور ہیں اور ان کے اہل حدیث علماء نے قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے سینکڑوں فتوے اپنے ماننے والوں کو دیئے ہیں اور آج بھی دیئے جارہے ہیں جو فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ اہلحدیث، فتاویٰ ثنائیہ، فقہ محمدیہ، وغیرہ ناموں سے چھپ گئے ہیں جن میں بہت سارے مسائل صرف عقل ورائے، قیاس حتی کہ فقہ حنفی کی کتابوں سے بیان کئے گئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!

چار اماموں ہی کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

ان سے زیادہ علم والے صحابہؓ وتابعینؒ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟

صحابہ کرام ؓ یقیناً ساری امت میں سب سے زیادہ علم وفضل، فہم وبصیرت والے ہیں لیکن آج اُن کا کوئی مستقل مُدوَّن ومُرتَّب مسلک نہیں ہے، انفرادی طور پر اُن صحابہؓ کے درمیان مسائل میں جو اختلاف تھا وہ ان چاروں مسلکوں میں سے کسی نہ کسی مسلک میں موجود اور معمول بہا ہے، گویا چاروں مسلکوں کی تقلید بڑی حد تک صحابہؓ ہی کی تقلید ہے۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں بھی سینکڑوں اہل علم پیدا ہوئے جو قرآن وحدیث کے تمام علوم کے زبردست عالم اور عظیم مجتہد تھے، اور فقہی مسائل میں مسلمان ان کی تقلید کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے حق تعالیٰ شانہٗ نے چار مجتہدین (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ ان کی زندگی ہی میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ان کو اپنا امام اور مُقتدا تسلیم کرلیا اور صدیوں سے آج تک مسلمان اُن کی تقلید کرتے چلے آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکو ایسے قابل ترین شاگرد عطا فرمائے

جنہوں نے ان کے بتائے ہوئے مسائل کو کتابوں میں لکھ کر پوری امت تک پہنچادیا۔ اس طرح چاروں اماموں کا مَسلکْ جو قرآن و حدیث سے نکلا ہوا ہے پوری دنیا کے مسلمانوں میں پھیل گیا جب کہ دوسرے اماموں کی اتباع کرنے والے اور انکے مَسلکْ آہستہ آہستہ ختم ہوتے گئے، صرف یہی چار مسلک باقی رہ گئے۔ (الکلام المفید : ۱۰۸) مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تمام ملکوں میں تقلید انہیں چار اماموں پر محدود ہوگئی اور ان کے علاوہ دوسرے مسلک کی تقلید کرنے والے ختم ہوگئے اور آج اہل اسلام انہیں چار کی تقلید پر قائم ہیں (مقدمہ ابن خلدون: ۴۱۴) یہ اعتراض درحقیقت شیعوں کی طرف سے کیا گیا تھا جس کا بہترین جواب علامہ ابن تیمیہؒ نے دیا ہے۔ تفصیل کیلئے پڑھیئے: الکلام المفید، باب پنجم۔

قرآن وحدیث میں مسلمانوں کو دینی اختلاف وافتراق سے سختی سے منع کیا گیا ہے تو پھر

اماموں نے کیوں اختلاف کیا؟ اور مسلمان چار تقلیدی مسلکوں میں کیوں بٹ گئے؟

یہ خیال ہرگز درست نہیں ہے کہ ان چاروں مسلکوں کا اختلاف قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف ہے، بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے اماموں کے اختلاف کو سنت وبدعت اور حق وباطل کا اختلاف سمجھتے ہیں، حالانکہ پوری امت کے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ سب حضرات حق پر تھے اور ان کا اختلاف قرآن وحدیث کے احکام اور مسلمانوں کے اتحاد کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ ان چاروں اماموں کے درمیان مسائل میں جو اختلاف ہے بخُدا وہ ان کی جہالت وہٹ دھرمی یا خواہش نفسانی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا بلکہ صحابہ کرامؓ کی سیرت وسوانح پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جہاں اصول دین میں مکمل اتحاد اور یکجہتی ویک نظری تھی وہیں دلیل کی بنیاد پر فروعات وفقہی مسائل میں بہت کچھ اختلاف بھی تھا۔ کیا کوئی سچا مسلمان سوچ سکتا ہے کہ صحابہؓ نے قرآن وحدیث کے احکام کی مخالفت کی اور مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹ دیا؟ یہی اختلاف تابعینؒ میں پہونچا تو مزید گہرا اور وسیع ہوگیا۔ تبع تابعینؒ اور بعد کے دور میں فقہ کے ساتھ احادیث کی صحت وضعف، مفہوم ومراد میں بھی بہت سے اختلافات پیدا ہوگئے، حتیٰ کہ قدرت الٰہی کے حکیمانہ فیصلوں نے تقریباً تمام اختلافات کو ان چار مسلکوں کے اندر سمیٹ دیا اور پوری امت کو ان کی پیروی پر جمع کر کے ناحق اختلافات اور نااہلوں کے اجتہادات کا دروازہ بند کردیا۔ اس اتفاق واجماع کی برکت سے امت محمدیہ مزید اختلافات سے محفوظ ہوگئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسکے بعد سے امت میں جتنی فرقہ بندیاں، اور سنگین ودیرپا اختلافات ہوئے وہ عقائد کی بنیاد پر ہوئے۔ انصاف پسندی کی شرط کیساتھ غور کرنے والے اگر غور کریں تو

زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں دل تو ضرور گواہی دیگا کہ موجودہ دور میں گمراہیوں کو روکنے، اختلافات کو کم کرنے اور اتحاد پیدا کرنے کیلئے اسلامی تقلید کا راستہ، ترک تقلید اور خود اجتہادی سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔
اس موقع پر گذشتہ صدی کے زبردست عالم دین حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی وہ حقیقت نما اور ایمان افروز تحریر پڑھ لینا کافی ہے جو آپؒ نے اسی عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمائی، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک فقہی اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد مولاناؒ لکھتے ہیں:

’’بہر حال یہ واقعہ ہو یا اس کے مماثل (اس جیسے) عہد صحابہؓ میں بیسیوں واقعات ایسے پیش آئے ہیں جن سے اتفاق کے ساتھ اختلاف اور اختلاف کے ساتھ اتفاق کی اس ترکیبی آمیزش کا عجیب وغریب مرقع (گلدستہ) نگاہوں کے سامنے آتا ہے، جس کا پیغمبرؐ نے اپنے صحابیوں کو اور صحابیوں نے اپنے تلامذہ تابعین کو عادی بنا دیا تھا...... آخر غور کرنے والے جب غور کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ سوال کیوں نہیں پیدا ہوتا کہ براہِ راست قرآن کے نصوص قطعیہ مثلاً: ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا ...... واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا...... صاف صاف کھلے کھلے الفاظ میں باہمی مخالفتوں سے مسلمانوں کو شدت سے روک رہے تھے اوروں کو جانے دیجئے صحابہ کرامؓ کو کیا ہو گیا تھا کہ اختلاف کا ایک طوفان ان میں برپا ہو گیا، جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ فقہی اختلافات کا اکثر وبیشتر حصہ اَئِمَّہ کا نہیں خود صحابہؓ ہی کے عہد کا ہے، پھر صاحب نبوت کبریٰؐ کی تربیت وتعلیم، صحبت ومجالست کا۔ العیاذ باللہ۔ عقل باور کرسکتی ہے کہ اتنا اثر بھی نہ ہوا کہ قرآن کے اتنے واضح اور کھلے ہوئے مطالبہ کی تعمیل بھی ان سے نہ ہو سکی......اور پھر لطف یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ مسلمانوں میں آئندہ بھی ان کے اس طرز عمل پر کسی نے تنقید نہیں کی...... واقعہ یہی تھا اور یہی اب بھی ہے کہ مسلمان قرآن کی ان آیتوں کو بھی سمجھتے تھے اور اختلافات کی جو صورتیں ان میں پیش آرہی تھیں، انھیں جانتے بھی تھے؛ اسی لیے اپنے عمل اور قرآن کے مطالبہ میں انھیں کوئی کسی قسم کا تصادم وتضاد (مخالفت) محسوس نہیں ہوتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ قرآن اختلاف اور تنازع (جھگڑے) سے ضرور منع کر رہا تھا اور کر رہا ہے؛ لیکن اسی اختلاف وتنازعہ سے جس سے مسلمان ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں‘‘ (مقدمہ تدوین فقہ: ص/۱۶۴)

تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں مسائل میں علمی اختلاف کے باوجود صحابہؓ کی طرح سارے امام اور انکے حق شناس مقلدین بھی پہلے دن سے آج تک بے مثال باہمی احترام اور بے نظیر اتحاد ومحبت کے ساتھ رہتے چلے آرہے ہیں اور کبھی انہوں نے ایک دوسرے کو گمراہ یا بے نمازی نہیں کہا، اختلاف کے ساتھ ان کا آپسی احترام بلاشبہ قابل تقلید نمونہ ہے۔ یہی عاشق رسول مناظر احسنؒ تحریر فرماتے ہیں: یہی وجہ تھی کہ امام شافعیؒ چوں کہ

رفع الیدین کرتے تھے، کسی حنفی کے دل میں قطعاً کسی زمانہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا وسوسہ نہیں آیا کہ امامؒ کے دین میں کسی قسم کی کوئی کمی تو کیا پیدا ہوگی، وہ اس تصور سے بھی عاجز ہیں کہ امام شافعیؒ کی ولایت اور ان کے مدارج (درجات) میں شک کریں، جن کے مستحق امت کے اولیاء اور صلحاء سمجھے جاتے ہیں اور جہاں تک میں جانتا ہوں یہی نسبت شوافع کو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ راشدین سے ہے۔ (مقدمہ تدوین فقہ: ص/۲۰۴)

اور یہی حقیقت بھی ہے، امام ابوحنیفہؒ کی عظمت و بزرگی، فضائل و مناقب میں شافعی، مالکی، حنبلی علماء نے کئی کتابیں لکھیں۔ (الحمدللہ علی ذلک)

جب حق ایک ہے تو پھر چاروں فقہی مذاہب کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں؟

جب اللہ ایک، قرآن ایک، رسول ایک، قبلہ ایک اور دین ایک ہے تو پھر چار فقہ کیسے حق ہو سکتے ہیں اور نبی ﷺ نے تہتر فرقوں میں سے ایک ہی فرقہ کو جنتی قرار دیا تھا تو ان چاروں میں کونسا مسلک صحیح اور جنتی ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن میں بھی کبھی آ سکتا ہے اور امتِ مسلمہ کو ان چاروں برحق مسلکوں سے ہٹا کر پانچویں نئے طریقہ پر چلانے کیلئے کچھ گمراہ فرقے بھی کم علم مسلمانوں سے بار بار یہی سوال کرتے رہتے ہیں۔

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کیلئے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان چاروں اماموں کے درمیان عقائد میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ چاروں امام اور ان کے مقلدین عقیدوں میں متفق ہیں۔ عقائد کے بارے میں لکھی گئی امام طحاویؒ کی معتبر ترین کتاب ''عقیدۃ الطحاوی'' کی شرح میں عرب کے مشہور علماء عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، اور شعیب ارناؤط تحریر کرتے ہیں: جمہور علمائے اہلِ سنت والجماعت اور چاروں مشہور مسلکوں کے اماموں کا عقیدہ ایک ہی ہے اگرچہ فروعی مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۱/۴۰) عقیدۃ الطحاوی کو اہل سنت والجماعت کے درمیان فقہی مسلکوں میں اختلاف کے باوجود مقبولیت اور پسندیدگی حاصل ہے (ص: ۶۴) 'الفقہ الاکبر' امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ایک چھوٹی کتاب ہے جو اہل سنت والجماعت کے عقائد پر مشتمل ہے۔ (ص: ۵، حاشیہ/۱) احناف کے مدارس میں عقائد کے متعلق یہی کتابیں آج پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ چاروں مسلکوں کے مقلدین اہل سنت والجماعت ہی ہیں ان سے الگ نہیں ہیں۔ شیخ الاسلام محمد عبدالوہابؒ جن کو تمام سلفی حضرات اور موجودہ جماعت اہل حدیث کے زمانۂ حال کے افراد اپنا پیشوا و مقتدا اور مجددِ اسلام مانتے ہیں وہ بھی یہی فرماتے ہیں: چنانچہ ابراہیم سیالکوٹی صاحب، شیخ الاسلام کا وہ بیان جو انہوں نے حرمِ کعبہ میں مشہور علماء کے سامنے دیا نقل کرتے ہیں کہ: شیخؒ نے فرمایا ''بے شک ہمارا مذہب اُصول میں تو اہل سنت والجماعت ہے، نیز

ہم فروع (فقہ) میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور جو شخص ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) میں سے کسی کا مقلد ہو ہم اُسے برا نہیں جانتے'' (تاریخِ اہلِ حدیث: ص ۱۴۳)

دوسرے نمبر پر یہ جاننا ضروری ہیکہ ان اماموں نے فقہ کہاں سے حاصل کی، انکے درمیان اختلاف کیوں ہوا اور ہم تک ان کا مسلک کیسے پہونچا؟ اس کو سمجھنے کیلئے چاروں مجتہدین کی سیرت کا مختصر مطالعہ انشاءاللہ کافی ہوگا ۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ : آپؒ حضرت عمر فاروقؓ کے آباد کئے ہوئے بابرکت شہر کوفہ میں سن ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، آپؒ کا اصل نام نعمان اور والد کا نام ثابت ہے۔ حضرت ثابتؒ اور انکی اولاد کے حق میں حضرت علیؓ نے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کو اکثر محدثین نے تابعین میں شمار فرمایا ہے (البدایہ والنھایہ: ۱۰/ ۵۲۷) امام صاحبؒ کے وطن، شہرِ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ تشریف لائے تھے۔ (کتاب الاسماء والکنی: ۱/ ۱۷۴) خلیفۂ وقت حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ (جن کے بارے میں حضرت امام مسروقؒ فرماتے تھے: تمام صحابہ کرامؓ کا علم میں نے ان دونوں کے پاس پایا ہے۔ ابنِ سعد: ۲/ ۲۷۶) کوفہ میں کئی سال قیام پذیر رہے۔ (سیر الصحابہ: ۷/ ۶۰۰) جس کی بدولت یہ شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی طرح قرآن وحدیث کے علوم کا اتنا بڑا مرکز بن چکا تھا کہ امام بخاریؒ نے علمِ حدیث کیلئے بے شمار مرتبہ کوفہ کا سفر فرمایا۔ (ھدی الساری: ص ۶۶۳) امام بخاریؒ و مسلمؒ کے کئی اساتذہ اور سینکڑوں محدثین کوفہ ہی کے باشندے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کوفہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور شام وغیرہ کے تقریباً چار ہزار علماء ومحدثین سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل فرمائی جن میں سب سے مشہور حضرت حمادؒ ہیں، حضرت حماد کے استاذ ابراہیم نخعیؒ ہیں، ان کے استاذ حضرت علقمہؒ ہیں اور ان کے استاذ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کو تقویٰ وطہارت، ذکاوت وذہانت کے ساتھ قرآن واحادیث مبارکہ کا ایسا زبردست علم عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے محدثین آپؒ کی عظمت وعلمی شان کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ امام بخاریؒ و مسلمؒ اور سینکڑوں محدثین کے استاذ یحیٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں کہ: ہم خدا کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے، واقعی بات یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ سے بہتر فقہ ہم نے کسی کی نہیں سنی اس لئے انکے اکثر اقوال ہم نے اختیار کئے ہیں (مناقب ذہبی: ص ۱۹) یہی محدّث یحیٰؒ اہل کوفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الانتقاء مترجم: ص ۱۰۳) امام بخاریؒ کے عظیم استاذ، مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (مناقب ذہبی: ص ۱۹) امام اہل الحدیث حضرت امام وکیعؒ، امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، آپؒ کی تمام حدیثیں وکیعؒ کو یاد تھیں اور انہوں نے امام صاحبؒ سے بہت ساری حدیثیں سنی تھیں۔ (جامع بیان العلم: ۲/ ۱۸۳) علم حدیث کے

ستون یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ حدیث اور فقہ میں قابل بھروسہ اور سچے تھے، اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں قابل اعتماد تھے (خیرات الحسان: ۳۵۰) امام المحد ثین حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے: امام ابوحنیفہؒ، حافظہ، فقہ، علم حدیث، پرہیز گاری اور تقوی میں سب لوگوں سے آگے تھے (مناقب امام اعظمؒ: ۱/۲۲۹)

جماعت اہل حدیث کے معتبر ترین اور مشہور ومعروف عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب اپنی کتاب تاریخ اہلحدیث میں (جس کے متعلق کتاب چھاپنے والوں نے لکھا ہے کہ "تاریخ اہلحدیث" کی ایک تاریخی حیثیت ہے خاص طور پر جماعت کیلئے یہ کتاب اہمیت رکھتی ہے) ضمیمہ فصل سوم کے اندر علامہ ابن تیمیہؒ، امام ذہبیؒ، علامہ ابن حجرؒ وغیرہ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کا عظیم مقام ومرتبہ، تعریف وتوصیف بیان کرنے کے بعد آپؒ کے اوپر لگائے گئے الزامات اور آپ کی شان میں کہی گئی تمام نامناسب باتوں کو غلط اور جھوٹا قرار دینے کے بعد بحث کو ایک ایمان افروز واقعہ اور اہم نصیحت پر ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب میں نے اس مسئلہ کیلئے متعلقہ کتب المارى سے نکالیں اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی (پڑھنے) سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دو پہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظلمت بعضها فوق بعض کا نظارہ ہو گیا، معا خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دو پہر کی روشنی کو مات کر دیا، اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارجِ قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: 'افتمارونه علی مایری' میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے......

اب میں اِس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین (پڑھنے والوں) سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین (ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں، کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجبِ خسران ونقصان ہے (تاریخ اہلحدیث: ص/۷۷)

اپنی جماعت کے ایک معتبر عالم کی اِس تحریر میں اُن بھائیوں کے واسطے جو امام اعظمؒ کی علمی شان اور اللہ تعالیٰ کے پاس آپؒ کے مقام ومرتبہ سے ناواقف ہیں اور آپؒ کو صرف سترہ حدیثوں کا حافظ یا قرآن وحدیث کو چھوڑ کر قیاس سے مسائل بتانے والے، کہنے والوں کے واسطے عبرت ونصیحت کا کافی بیان اور زبردست سامان ہے۔

مسائل کو حل کرنے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طریقہ یہ تھا کہ آپؒ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپؒ سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش فرماتے اگر اس میں نہ ملتا تو احادیثِ رسول ﷺ میں نظر کرتے اگر احادیث میں بھی نہ ملتا تو صحابہ کرامؓ کے اقوال اور فتوؤں کو دیکھتے اور اسی کے مطابق جواب دیتے، اگر صحابہؓ کے درمیان اختلاف ہوتا تو عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ: دوم) اگر صحابہؓ کے اقوال میں بھی جواب نہ ملتا تو پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں قیاس فرماتے تھے (ائمہ اربعہ: ص ۵۴) آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا کوئی قول، قرآن، حدیثِ رسول ﷺ یا صحابیؓ کے قول کے خلاف نظر آئے تو میری بات کو چھوڑ دو۔ (عقد الجید: ص ۵۳) (الحمدللہ علماء احناف آپؒ کی اس نصیحت پر پورا عمل کر رہے ہیں، اگر کسی کو سمجھ میں نہ آئے تو احناف کو حدیث کی مخالفت کا الزام دینا سراسر ظلم ہے) امام ابوحنیفہؒ احادیثِ نبوی پر عمل کا بہت اہتمام فرماتے تھے، اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ملتی صرف ضعیف حدیث ہی ہوتی تو آپؒ قیاس سے کام لینے کے بجائے اسی ضعیف حدیث پر عمل فرماتے تھے جسکی کئی مثالیں علامہ ابنِ قیمؒ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین جلد اول میں نقل فرمائی ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج بعض لوگ اس عظیم امام اور امت کے بے مثال فقیہ ومحدث کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے آپؒ کے خلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ آپؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں یا آپؒ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر قیاس سے مسائل بتاتے تھے (نعوذ باللہ)

امام اعظمؒ کے دو عظیم شاگرد، محدث وفقیہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے آپؒ کی فقہ کو کئی کتابوں میں جمع فرمادیا، فقہ حنفی کا مدار انہیں مُستَنَد ومعتبر کتابوں پر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن متعصب یا کم علم افراد نے یہ بات لکھی ہے کہ فقہ حنفی کی امام ابوحنیفہؒ تک کوئی سند نہیں ہے، وہ یا تو جہالت کا شکار ہیں یا جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ صدیوں سے امتِ مسلمہ کی اکثریت اسی فقہ کے مطابق عمل کرتی آرہی ہے اور آج بھی اکثر ملکوں میں اہل اسلام کی سب سے زیادہ تعداد فقہ حنفی پر عمل پیرا ہے۔ (۲۲ نامور فقہاء ومحدثین: ۲۱)

امام مالکؒ: حضرت مالک بن انسؒ مقدس ترین شہر، مرکزِ اسلام مدینہ منورہ کے رہنے والے اور اپنے دور میں محدثین کے امام تھے۔ ۹۲ھ میں آپؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مؤطا مالک، آپؒ کی روایات کا معتبر ترین مجموعہ ہے جس میں آپؒ نے جگہ جگہ اپنے مسلک کی تشریح بھی فرمائی ہے۔ آپؒ کی بزرگی اور علمی مقام کا یہ عالم تھا کہ حکومتِ وقت کی طرف سے یہ اعلان کردیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو امام مالکؒ اور ابن ابی ذئبؒ کے علاوہ کوئی تیسرا شخص فتوی نہ دے، امام مالکؒ خود فرماتے ہیں کہ جب تک ستر علماءِ وقت نے شہادت نہیں دیدی کہ میں فتوی دے سکتا ہوں اس وقت تک مین نے فتوی نہیں دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، بحوالہ ائمہ اربعہ: ص ۱۰۹، ۱۱۷)

فتویٰ دیتے وقت آپؒ سب سے پہلے کتاب اللہ کو دیکھتے اس کے بعد حدیثِ رسول میں غور وفکر فرماتے۔ حضرت عمرؓ، ابنِ عمرؓ، مدینہ کے صحابہ کرام ؓ کے فتوے اور اہلِ مدینہ کا عمل آپؒ کے نزدیک بے حد اہمیت کا حامل اور حجت ودلیلِ شرعی کی حیثیت رکھتا تھا، اور آپؒ قرآن وحدیث کے بعد انھیں کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اگر کسی مسئلہ کا جواب کتاب وسنت اور مذکورہ چیزوں میں نہ ملتا تو اجتہاد کر کے قیاس سے جواب دیا کرتے تھے۔ (ضمیمہ علم اُصول الفقہ: ص/۴۶، مُصنّف: عبدالوہاب خلّاف)

حضرت امام مالکؒ مسجدِ نبوی میں روضۂ جنت میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ آپؒ کے درس میں مصر، مراکش، اسپین، عراق، یمن اور شام وغیرہ دُور دَراز علاقوں سے طالبِ علم آکر شریک ہوتے اور حدیثِ نبوی کی عظیم نعمت ولازوال دولت سے دامن دل کو بھر کر وطن واپس ہوتے تھے۔ انھیں شاگردوں کے ذریعہ امام مالکؒ کا مذہب اُن ملکوں تک پہنچا۔ مراکش، موالی مصر اور افریقہ کے مسلمان آج کل مالکی مذہب ہی کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ فقہِ مالکی کی بنیادی کتاب ''المدونة الکبری'' ہے۔

امام شافعیؒ: امام محمد بن ادریس شافعیؒ مکۃ المکرمۃ کے باشندے، عظیم ترین محدث وفقیہ اور امت کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اپنے دور کے مشہور علماء کے علاوہ آپؒ نے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے علمِ حدیث حاصل کیا، اس کے بعد بغداد جا کر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ خاص امام محمد بن حسنؒ سے علمِ فقہ کی تکمیل فرمائی، آپؒ ان دونوں اماموں کے بہت زیادہ احسان مند تھے اور ان دونوں کی بے حد تعریف فرماتے تھے۔ (ائمہ اربعہ: ص/۱۴۸) آپؒ کے مسلک کی بنیاد بھی قرآن، حدیث، اہلِ مدینہ کا عمل، اجماعِ اُمت اور قیاس پر ہے۔ (ائمہ اربعہ: ص/۱۶۲) امام شافعیؒ کی دو خصوصیات بہت نمایاں ہیں، ایک یہ کہ قدیم محدثین وفقہاء میں آپؒ ہی نے سب سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، حافظ ابنِ حجرؒ کے بقول آپؒ نے ڈیڑھ سو کتابیں لکھیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اُصولِ فقہ میں سب سے پہلی کتاب آپؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ (سیر الصحابہ: ۹/۳۲۱) اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شافعی مسلک خود امام شافعیؒ کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ شافعی مسلک کے لئے یہ بات بہت قابلِ فخر ہے کہ محدثین کرامؒ کا ایک بڑا طبقہ اسی مسلک کا مقلد اور تابعدار نظر آتا ہے۔ فقہ حنفی کے بعد اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی اکثریت اسی فقہ کی پابند رہی ہے۔ (سیر الصحابہ: ۹/۳۰۳)

امام احمدؒ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ وہ چوتھے امام ہیں جن کو پوری امت ''امام اہل سنت والجماعت'' کے لقب سے یاد کرتی ہے اور صدیوں سے امت کا ایک طبقہ آپؒ کی تقلید کرتا آرہا ہے۔ ابن قیمؒ نے امام احمدؒ کو فقہاء بغداد میں شمار کرتے ہوئے آپؒ کے اُصولِ فقہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے: آپؒ سب سے پہلے کتاب و

سنت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے خلاف کسی کی بات کو تسلیم نہ کرتے، اگر کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ملتا تو صحابہ کرامؓ کے اجماعی قول کے مطابق فتوی دیتے اور صحابہ کرامؓ کے قول کے خلاف کسی کی رائے کو خاطر میں نہ لاتے، اگر صحابہؓ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو جس صحابیؓ کا قول قرآن وحدیث کے قریب ہوتا اس کو اختیار فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اپنی یا کسی اور کی رائے سے کچھ نہ کہتے، اگر صحابیؓ کا قول بھی نہ ملتا تو ضعیف حدیث پر عمل فرماتے، پھر کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث بھی نہ ہوتی تو آپؒ قیاس سے مسئلہ کا حکم بیان فرماتے تھے۔ (اعلام الموقعین: ۲۵/۱) امام احمدؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب بھی مجھ سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جس میں مجھے کوئی حدیث نہ ملی تو میں نے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق فتویٰ دیدیا (سیر الصحابہ: ۳۲۷/۹)

امام احمدؒ کی زندگی میں آپؒ کے فتوے عام نہیں ہوسکے کیونکہ آپؒ لوگوں کو حدیثِ رسول کے علاوہ کسی کے فتوے اور اقوال لکھنے سے شدت سے منع کرتے تھے، آپؒ کی وفات کے بعد آپ کے شاگرد رشید ابو بکر خلالؒ نے کتاب ''الجامع الصغیر'' کی تقریباً بیس جلدوں میں امام احمدؒ کے اقوال اور فتوے جمع کئے، فقہ حنبلی کا دارومدار اسی کتاب پر ہے۔ پیرانِ پیر حضرت عبد القادر جیلانیؒ، علامہ ابنِ جوزیؒ، علامہ ذہبیؒ جیسے عظیم ترین علماء اور محدثینِ وقت آپ کی تقلید کو اپنے لیے راہِ نجات تصور کرتے تھے۔ سعودی عرب، کویت، عرب امارات وغیرہ دیگر اسلامی ملکوں میں آج آپؒ کی فقہ حنبلی پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ موجودہ سعودی حکومت کے روحِ رواں، شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ بھی امام احمدؒ ہی کے مقلد تھے، چنانچہ ایک غیر مقلد، اہل حدیث عالم اسماعیل سلفی صاحب گجرانوالی لکھتے ہیں: نجد کے ایک مشہور عالم کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا انہوں نے نجد اور قرب وجوار کے علاقوں میں وعظ ونصیحت کے ذریعہ اصلاحِ حال کی کوشش کی، لوگوں کو شرک، قبر پرستی، بدعات اور غلط رسوم سے روکا...... دراصل وہ لوگ حنبلی ہیں، فقہ میں امام احمدؒ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں جس طرح ہمارے ملک میں عام لوگ حنفی ہیں نجد میں اکثر لوگ حنبلی کہلاتے ہیں۔ (فتاویٰ: ص/۱۶) مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب تحریر فرماتے ہیں: شیخ محمد بن عبد الوہاب حنبلی مذہب کے مقلد تھے، چنانچہ یہ بات ان کے اپنے خطبے سے ظاہر ہے جو انہوں نے حرمِ محترم میں ہر چہار مذہب کے نامی (مشہور) علماء کے سامنے بیان کیا۔ (تاریخ اہل حدیث: ص/۱۴۳)

یہ چاروں مسلکوں اور ان کے اماموں سے متعلق مختصر سی تفصیل تھی جس سے ایک انصاف پسند مسلمان آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ چاروں فقہ، قرآن وحدیث ہی سے نکلی ہوئی ہیں، کسی فقہ کا دارومدار قرآن وحدیث کے علاوہ کسی خلاف شریعت چیز پر نہیں ہے۔ چاروں امام کتاب وسنت ہی کو اصل اور بنیاد مانتے تھے اور کتاب و سنت کے بعد صحابہ کرامؓ کے قول پر عمل کرتے تھے۔ چونکہ صحابہؓ وتابعینؒ کے درمیان بے شمار مسائل میں اختلاف تھا،

اور ہر امام نے اپنی تحقیق و جستجو اور علم و فہم کے مطابق کسی ایک صحابیؓ کے قول کو اختیار کیا اسی وجہ سے ان چاروں مسلکوں میں بھی اختلاف ہوا جس کی بہت عمدہ اور علمی تفصیل شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے۔ (دیکھئے رحمۃ اللہ الواسعۃ، جلد دوم) اور پوری امت کا اتفاق ہے کہ کوئی صحابیؓ گمراہ اور مخالفِ شریعت نہیں تھے نہ انکے درمیان حق و باطل اور کفر وشرک کا اختلاف تھا، بلکہ صرف فہم وادراک اور دلائل کا اختلاف تھا، لہٰذا جس طرح صحابہ کرامؓ اپنے اختلاف میں قابلِ ملامت نہیں بلکہ برحق اور اجر وثواب کے مستحق ہیں، اسی طرح چاروں امام بھی برحق اور قابلِ تعظیم ہیں، کیونکہ ہر امام نے قرآن و حدیث پر عمل کرنے اور صحیح مسئلہ معلوم کرنے کی مکمل کوشش کی اور اس کوشش و اجتہاد کے وہ حضرات بلاشبہ حقدار اور اہل تھے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ بعض حدیثوں کو کچھ محدثین صحیح قرار دیتے ہیں اور کچھ محدثین ان کو ضعیف مانتے ہیں جس کی کئی مثالیں کتابوں میں موجود ہیں، اسی طرح قرآنِ حکیم کی ایک ہی آیت کے مفسرینؒ کئی مطلب اور کئی شانِ نزول بیان کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے اندر اس اختلاف کی صورت میں کوئی شخص قرآن و حدیث کو نہیں چھوڑتا بلکہ علماءِ کرام اور اسلاف کی تحقیق پر اعتماد کرتا ہے۔ چاروں فقہی مسلکوں کے ساتھ بھی یہی طرز عمل حق و انصاف کا راستہ ہے اور گمراہی و انتشار سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ تاریخ میں ہمیں کچھ ایسے افراد بھی ملتے ہیں جو پہلے شافعی یا مالکی تھے پھر انہوں نے حنفی یا حنبلی مذہب اختیار کرلیا اور کچھ حضرات پہلے حنفی تھے بعد میں انہوں نے شافعی یا مالکی مذہب اختیار کرلیا، بلکہ بعض وقت تو پورا پورا شہر حنفی یا شافعی ہوگیا جس کی کئی مثالیں تاریخ و سیرت کی کتابوں میں مل سکتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج تک پوری امت اُن حضرات کو محدث و مفسر اور امام مانتی آرہی ہے۔ اگر ان چاروں مسلکوں کے درمیان حق و باطل کا اختلاف ہوتا تو تبدیلیٔ مسلک پر کتنی مرتبہ جہاد ہو چکا ہوتا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا یہ حقیقت بھرا مضمون یقیناً پڑھنے کے قابل ہے؛ آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ہارون رشید نے مجھ (امام مالکؒ) سے اس باب میں مشورہ کیا کہ خانۂ کعبہ میں الموطا (امام مالکؒ کی کتاب) لٹکا دی جائے اور عام مسلمانوں کو اسی کے متعلق (مطابق) عمل کرنے پر آمادہ کیا جائے، جواب میں اس وقت بھی امام مالکؒ نے یہی فرمایا: ایسا نہ کیجئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ اسلام کے فروعی مسائل میں باہم اختلاف رکھتے تھے، وہ لوگ مختلف آبادیوں میں پھیل گئے، ان میں ہر ایک حق و صواب (درستگی) پر تھا، مطلب وہی تھا کہ اختلاف کی یہ شکل اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں نبوت کے صحبت یافتوں (صحابہ کرامؓ) نے اس کے ازالہ کی کوشش نہیں کی، بلکہ زیادہ تر اختلافات انہیں کے اختلافات پر مُبنیٰ (قائم) ہیں، تو جس نے جو طریقہ اختیار کرلیا ہے اس طریقہ سے خواہ مخواہ ہٹانے کی ضرورت کیا ہے؟...... اور کچھ وہی (امام مالکؒ ہی)

اس معاملہ میں منفرد نہ تھے، کچھ عرصہ پہلے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے جب خواہش کی گئی کہ مسلمانوں کو ایک ہی مسلک پر کاش آپ بزور حکومت جمع فرمادیتے تو آپؒ نے جواب میں یہ کہتے ہوئے ممالک محروسہ (ماتحت ملکوں) میں یہ فرمان جاری فرمادیا تھا: ہر جگہ کے لوگ اسی کے مطابق فیصلہ کریں جس پر ان کے فقہاء اکٹھے ہوچکے ہیں...... میں مذہب کے جن اختلافات کا تذکرہ کررہا ہوں، انکے متعلق یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ ان اختلافات کے متعلق ایک دو نہیں، اسلام کے ائمہ وعلماء کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ اس نوعیت کے مسائل میں اختلاف کرنے والوں میں سے کسی کو برسر غلطی نہیں قرار دیا جاسکتا صرف یہی نہیں بلکہ یقین کرنا چاہئے کہ ان میں ہر ایک حق پر اور مذہباً وہ راہِ ثواب پر ہے"۔ (مقدمہ تدوین فقہ: ص/۱۹۳)

چاروں مسالک میں ہونے والے اختلافات کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے خود غیر مقلدین علماء کے سرخیل ابراہیم سیالکوٹی صاحب تحریر فرماتے ہیں: شاید آپ کو خیال گذرے کہ آنحضرت ﷺ سے صحابہؓ نے جو کچھ دیکھا سنا اس میں اختلاف کس طرح ہوسکتا ہے اور کیوں؟ تو اس وہم کے دور کرنے کیلئے اُمورِ ذیل پر نظر رکھیں: (۱) شریعت کا ایک حصہ ضروری مسائل کا ہے جنھیں فرائض کہتے ہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور ان میں تساہل (سستی) وترک کی ہرگز گنجائش نہیں، ان میں بالکل اختلاف نہیں۔ (اس کے بعد سنن وغیرہ میں اختلاف کی وجہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اسی طرح اختلاف کے بہت سارے اسباب ہیں جو حجۃ اللہ، انصاف، رفع الملام لابن تیمیہؒ وغیرہ کتب میں مفصل مذکور ہیں...... ان اُمور کو فقہ اور حدیث کے جامع وماہر علماء خوب جانتے پہچانتے ہیں، غرض صحابہ وتابعین کے اختلاف میں الحاد وبے دینی، کجروی وبداعتقادی، اتباعِ ہویٰ (نفس) وبدمذہبی نہیں ہے اور ائمہ مجتہدین (ابوحنیفہؒ، شافعیؒ وغیرہ) کا اختلاف بھی اسی پر مبنی (قائم) ہے (تاریخِ اہلِ حدیث: ص/۹۷-۱۰۲)

اگر یہ کہا جائے تو بالکل غلط نہیں ہوگا بلکہ واقعہ کی صحیح تعبیر ہوگی کہ ان چاروں مسلکوں میں سے ہر مسلک ویسے ہی مکمل اسلام ہے جیسا کہ قرأت وتجوید کے ساتوں مشہور قاریوں میں سے ہر قاری کی قرأت دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود قرآن ایک ہی رہا سات قرآن نہیں بن گئے اور ہر قرأت کو مکمل قرآن کہا جاتا ہے نہ کہ قرآن کا ساتواں حصہ۔ اسی طرح چاروں میں سے کسی ایک فقہ پر عمل کرنے والا پوری شریعت اور مکمل دین پر عمل کررہا ہے نہ کہ شریعت کے چوتھائی حصہ پر یا قرآن وحدیث کے خلاف کسی دوسری چیز پر۔ یہاں خاص طور پر یہ بات بھی اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ کبھی اس فقہ پر عمل کرلے اور کبھی اس فقہ پر، بلکہ ہر شخص کیلئے لازم ہے کہ وہ کسی ایک فقہ کو لازم پکڑلے۔ محدّثِ کبیر علاّمہ نَوَوِی شافعیؒ لکھتے ہیں: ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کوئی ایک مسلک چن لے اور پھر اسی کی تقلید کرے۔ (تقلید کی شرعی حیثیت: ٦٦)

کیا فقہ کی کتابوں میں خلاف شریعت اور بے حیائی کی باتیں لکھی ہوئی ہیں؟

ابتدائے اسلام ہی سے اور خصوصاً یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور ترقی کے بعد غیر مسلموں کی طرف سے دین اسلام اور فقہ اسلامی پر اعتراضات کرنے والوں کی کسی زمانہ میں کوئی کمی نہ رہی لیکن زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کچھ عرصہ پہلے بدقسمتی سے امت مسلمہ میں بھی ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو فقہ اسلامی کو کتاب وسنت کے مخالف ایک نیا دین قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف برسرپیکار ہے، فقہ اور فقہاء کی مخالفت ہی کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھ رہا ہے، حتیٰ کہ بعض غلو پسندوں نے فقہ کی کتابوں کو جلا دینے اور ان کو نذر آتش کر دینے کا مشورہ بھی مسلمانوں کو دیدیا۔ (العیاذ باللہ) اس طبقہ کے کچھ پڑھے لکھے افراد کم علم لوگوں کے سامنے ہدایہ، قدوری، درمختار اور امام اہلسنت والجماعت حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کی کتاب بہشتی زیور وغیرہ فقہی کتابوں کے صحیح مسائل کو اس بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ یکطرفہ مطالعہ کرنے والوں یا ایک کان سے بات سننے والوں کے دل ودماغ میں فقہ اسلامی کی وہی غلط تصویر اور غلط فہمی اتر جاتی ہے جو حقائق وواقعات کا انکار کرنے والوں اور حق وانصاف سے کام نہ لینے والوں نے اپنی پُر فریب تحریروں یا تقریروں میں پیش کی تھی۔

کیا حلال وحرام، جائز ناجائز، پاکی ناپاکی کے مسائل بتانا گناہ ہے؟ کیا اس طبقہ کی اِن نامبارک کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ ہزاروں علمائے اسلام کے تیار کئے ہوئے اس عظیم الشان علمی، قانونی اور فقہی ذخیرہ کو بے سند و بے اعتبار قرار دے کر اس پر سے مسلمانوں کے بارہ سو سالہ اجتماعی اعتبار واعتماد کو ختم کر دیا جائے اور امت مسلمہ کو علمی وعملی میدان میں شتر بے مہار بنا کر آزاد چھوڑ دیا جائے؟؟

بہرحال جو حضرات فقہی کتابوں کے طہارت وعبادات وغیرہ سے متعلق بعض مسائل کو بے حیائی کا مجموعہ اور کوک شاستر کا نام دے رہے ہیں، وہ شاید اس حقیقت ہی سے بے خبر ہیں کہ اسلام انتہائی عظیم الشان، کامل ومکمل اور آخری دین ہے، اس میں پیدائش سے لیکر موت تک، طہارت سے لے کر عبادات ومعاملات وغیرہ تک بہت سے چھوٹے بڑے مسائل واحکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، خصوصاً پاکی وناپاکی (جس پر بہت سی اہم عبادات کی قبولیت وصحت کا دارومدار ہے) سے متعلق بے شمار چھوٹے بڑے مسائل خود پیکر شرم وحیا، رسول خدا ﷺ نے اس اہتمام اور توجہ سے صحابہؓ کو سکھائے تھے کہ کفار ومشرکین کو اعتراض کرنے اور مذاق اڑانے کا ذریعہ ہاتھ آ گیا اور ایک مرتبہ انہوں نے حضرت سلمانؓ سے بطور مذاق واستہزا کہا کہ تمہارے نبیؐ تو چھوٹی اور بڑی ضرورت سے فراغت اور صفائی تک کا طریقہ بھی لوگوں کو سکھاتے ہیں، حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ہاں! ہمارے نبی ﷺ ہم کو یہ باتیں بھی سکھاتے ہیں (مسلم: ۱/۱۳۰) آج جس طرح

کچھ لوگ فقہی کتابوں میں مذکور بعض مسائل کو شرم وحیا کے خلاف سمجھ کر فقہ پر اعتراض کر رہے ہیں اسی طرح کفار ومشرکین بھی پاکی واستنجا کے احکام کو بے حیائی خیال کر کے اسلام اور رسول ﷺ کی ذات گرامی پر اعتراض کرتے تھے، لیکن جس طرح مشرکین کا اعتراض بالکل بیجا تھا اسی طرح ان منکرینِ فقہ کا اعتراض بھی بالکل لغو اور فضول ہے۔ قرآن وحدیث میں پاکی ناپاکی، بول وبراز، حیض ونفاس، نکاح وعدت، غسل وضو وغیرہ کے بہت سے مسائل بیان کئے گئے ہیں اگر ان کو بیان نہ کیا جاتا تو اعتراض کرنے والے حضرات ان مسائل میں کس طرح عمل کرتے؟ جب قرآن وحدیث میں پاکی ناپاکی، طہارت وصفائی کے احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں تو فقہ انہیں دونوں کی شرح اور تفصیل ہے۔ لہٰذا مطلقاً فقہ پر اعتراض، قرآن وحدیث پر اعتراض ہے۔

درحقیقت آج ہمارے غیر مقلد بھائی فقہ پر جتنے اعتراضات کرتے ہیں وہ تقریباً اہل قرآن اور شیعوں کی طرف سے حدیثوں پر کئے جانے والے اعتراضات کا چربہ اور عکس ہیں جس کا تحقیق کرنے والوں کو خوب اندازہ ہے۔ لیکن جیسا تعلیمات رسول ﷺ پر اُن نادان کافروں کا اعتراض ضلالت وہٹ دھرمی ہے اسی طرح فقہ کی اہمیت سے اِن ناواقف احباب کا شور شرابا بھی جہالت وگمراہی ہے۔ محدث جلیل علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: یہ بھی روافض اور شیعوں کا حال ہے کہ وہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اور ان کے مُقلّدین کو طعنے دیتے ہیں (منہاج السنہ: ۱۰/۲) حقیقت کو توڑ موڑ کر مقلدین اور فقہ کی کتابوں پر کئے جانے والے بے جا اعتراضات کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان کتابوں کو ضرور پڑھئے: ''سبیل الرسول پر ایک نظر، حقیقۃ الفقہ پر ایک نظر، مجموعہ رسائل ومقالات، تجلیات صفدر، ارمغان حق، اہل حدیث چند حقائق، کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ''۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو زیادہ حدیثیں نہیں پہونچی تھیں اسی لئے آپؒ نے حدیث میں کوئی کتاب نہیں لکھی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پوری امت عظیم مجتہد مانتی ہے اور ہر مجتہد کے لئے محدّث ہونا لازم ہے، اگر امام ابوحنیفہؒ کو زیادہ حدیثیں یاد نہیں تھیں تو وہ بے شمار محدثین وعلماء اور اولیاء اللہ جو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرتے تھے، آپؒ کی تقلید فرماتے تھے، جن میں کئی محدثین امام بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہ کے اساتذہ ہیں، جس کا کچھ نمونہ پیچھے گذر چکا ہے اور جنھوں نے آپؒ کی تعریف وعظمت میں کتابیں لکھیں، حتی کہ امام شافعیؒ تو پوری ملت اسلامیہ کو فقہ اسلامی میں امام ابوحنیفہؒ کا محتاج کہا کرتے تھے، کیا وہ سب لوگ نادان وجاہل تھے اور آج کے چند آزاد ذہن، انگریزی کالجوں کے پروردہ اسٹوڈنٹس اُن حضرات سے زیادہ عقلمند اور علم وفضل والے بن گئے۔ (اس جہالت و

ضلالت اور ذہنی خباثت سے اللہ کی پناہ) استاذ المحدثین عیسی بن یونس لوگوں سے فرماتے تھے کہ: ابوحنیفہ کا غلط تذکرہ ہمارے سامنے مت کرنا اوران کی برائی میں ہرگز کسی کو سچا نہ سمجھنا اللہ کی قسم میں نے ان سے افضل، ان سے زیادہ متقی و پرہیزگار اوران سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا (الانتقاء فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ مترجم: ص ۱۱۱)

اگر امام ابوحنیفہ کا حدیث میں کوئی کتاب نہ لکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو حدیثیں کم یاد تھیں تو سوچئے حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، حضرت بلال، حضرت صہیب وغیرہ بالکل شروع زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے بے شمار صحابہ سے محدثین نے بہت کم حدیثیں کتابوں میں نقل کی ہیں، کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن عظیم اور جلیل القدر صحابہ کو بھی زیادہ حدیثیں یاد نہیں تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طبقہ سے اپنے دین کا الگ الگ کام لیا ہے تاکہ دین کی خدمت کا شرف ہر طبقہ کو حاصل ہو۔ حضرت ابوبکر و عمر سے الگ کام لیا اور حضرت ابوہریرہ، ابن مسعود، ابن عمر، عائشہ صدیقہ وغیرہ سے الگ خدمت لی۔ عاصم کوفی، شعبہ اور حفص کوفی وغیرہ سے فن قرأت و تجوید میں کام لیا اور عکرمہ، قتادہ، رازی اور طبری سے فن تفسیر میں خدمت لی۔ امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، طحاوی، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور حاکم وغیرہ سے احادیث رسول کی خدمت لی اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل سے فن فقہ اور پوری شریعت کی حفاظت کا عظیم الشان اور اہم ترین کام لیا۔ یہ سب حضرات تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے لیکن کتابیں کسی ایک یا دو فن میں تحریر فرمائیں۔ اگر کسی فن کا کوئی امام دوسرے فن میں مہارت کے باوجود اس فن میں کوئی کتاب تحریر نہ کرے بلکہ کسی بھی فن میں کوئی ایک کتاب بھی نہ لکھے تب بھی یہ اس کے لئے کوئی عیب نہیں ہے، ورنہ کوئی بھی امام و عالم، تابعی و تبع تابعی، محدث و مفسر حتی کہ امام بخاری و مسلم کے اساتذہ بھی اس عیب سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا امام اعظم کے مقام و مرتبہ سے ناواقف ایسے تمام لوگوں کے اعتراضات بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ احادیث مختلف جگہوں میں پھیلی ہوئی تھیں جن کو محدثین نے شہروں میں پھر پھر کر جمع کیا، اس کے بعد حدیثیں جتنی عام ہوئیں اس سے پہلے اتنی عام نہیں تھیں، اسی وجہ سے پہلے لوگوں کو احادیث زیادہ معلوم نہیں تھیں۔ علامہ ابن تیمیہ ان لوگوں کی اس غلط، خلاف حقیقت بات اور بے بنیاد گمان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حدیثوں کے لکھنے اور جمع کئے جانے سے پہلے جو ائمہ اور علماء تھے وہ اپنے بعد والوں کے مقابلہ میں سنت کے بڑے عالم تھے، ان قدیم علماء کے احادیث کے نوشتے ان کے سینے تھے اور ان سینوں کے اندر کتابوں سے زیادہ علم تھا اور یہ وہ حقیقت ہے جس کے بارے میں اس شخص کو جو صحیح صورتحال سے واقف ہے کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا''۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۰/۲۳۹)

کچھ بھائیوں کا خیال ہے کہ حنفی مسلک قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور اُس کی تمام حدیثیں ضعیف ہیں

اللہ تعالیٰ ضد وہٹ دھرمی اور گمراہی سے بچائے! افسوس کہ بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے مسلک کی مخالفت کو اپنا محبوب مشغلہ بنالیا ہے، وہ لوگ کم علم مسلمانوں کے سامنے پہلے فقہِ حنفی کا ایک مسئلہ پیش کرتے ہیں پھر کوئی حدیث پڑھتے ہیں اور یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو ابوحنیفہؒ کا مسلک حدیث کے خلاف ہے، حالانکہ درحقیقت فقہِ حنفی کا وہ مسئلہ قرآن کی کسی آیت یا دوسری صحیح حدیث کے موافق ہوتا ہے جس کو یہ لوگ نہیں جانتے یا جان بوجھ کر اس کو چھپاتے ہیں اور سننے والے کسی معتبر عالم سے تحقیق کئے بغیر ہی بدقسمتی سے اسکو قبول کر لیتے ہیں۔ علامہ شعرانیؒ ایسے افراد پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یاد رکھئے ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھتے ہیں اور اپنے دین کے معاملے میں بے خوف وغیر محتاط اور اپنی زبان کے استعمال میں بالکل بے پرواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہیں کہ ''بلاشبہ کان آنکھ اور دل میں سے ہر ایک کے بارے میں سوال ہوگا...... بحمد اللہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تحقیق کی اور اس کو احتیاط اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر پایا ہے''۔ (میزان الکبریٰ: ۱/۶۳۔ ۷۵، بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت)

مشہور غیر مقلد عالم ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب کا یہ فیصلہ اس جھوٹ کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کافی ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں: ایک بھاری وہم کا ازالہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام صاحب (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریق اجتہاد محدثین علیہم الرحمہ کے طریق سے جدا ہے اور آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے تھے۔ اس کا جواب تفصیل طلب ہے جس کا بیان مختصراً یہ ہے کہ...... حضرت امام صاحب اہلسنت اور اہلحدیث کے پیشوا تھے...... آپ قیاس کے مقابلہ ضعیف حدیث کو مقدم جانتے تھے...... بھلا وہ شخص جو صحابی کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو۔ وہ صحیح حدیث کو عمداً کس طرح ترک کرسکتا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث: ۱/۷۷)

جہاں تک ضعیف احادیث کا مسئلہ ہے تو یہ بات بھی سو فیصد غلط ہے کہ حنفی مذہب کی تمام یا اکثر حدیثیں ضعیف ہیں اور جو لوگ ایسا کہہ رہے ہیں وہ کم علمی کا شکار ہیں۔ انصاف پسند اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حنفی مسلک میں قرآن اور صحیح حدیث دونوں پر عمل کی بہت زیادہ رعایت رکھی جاتی ہے، اِعلاءُ السنن وغیرہ کتابوں کو پڑھنے والا ہر شخص آسانی سے اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ نیز تمام ضعیف حدیثوں کو بالکل ناقابلِ عمل سمجھنا فنِ حدیث سے ناواقف اور بے خبر ہونے کی علامت ہے۔ کسی بھی دور میں امت مسلمہ نے ضعیف

حدیثوں کو موضوع احادیث (۱) کی طرح نا قابل عمل نہیں سمجھا جیسا کہ آج کچھ کم فہم، کوتاہ علم لوگ سمجھ رہے ہیں، بلکہ اساطین علم اور کتاب وسنت کے ماہرین کچھ شرطوں کے ساتھ ضعیف احادیث حتی کہ صحابہ کرامؓ کے اقوال واعمال کو بھی حجت سمجھتے اور ان کو دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔ علم حدیث کے زبردست عالم اور محقق امام نَوَوِیؒ لکھتے ہیں: اکثر محدثین کے نزدیک فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے۔ (الاذکار: صفحہ/۷) اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ہو تو فقہاء ومحدثین ضعیف حدیث ہی پر عمل کرتے ہیں۔ (اعلام الموقعین: جلد اول) امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ جیسے جلیل القدر محدثین نے اپنی کتابوں میں کئی ضعیف احادیث ذکر کیں اور ان پر صحابہؓ وتابعینؒ کے عمل کو بھی نقل فرمایا اور آج تک پوری امت اُن کتابوں کو پڑھتی اور سنتی آئی ہے، لیکن کسی محدث نے نہ اُن حضرات پر اعتراض کیا نہ اُن کتابوں سے ضعیف احادیث کو نکال کر الگ کرنے کی انتہائی غلط کوشش کی جیسا کہ اِس زمانہ میں یہ بے جا جراءت کی گئی ہے۔

ضعیف احادیث کے تعلق سے جو غلط فکر بعض لوگوں کی طرف سے مسلمانوں میں پھیلائی جارہی ہے اس کا جواب دیتے ہوئے دورِ حاضر کے زبردست محقق، ترجمانِ حق، مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار کرنا انکارِ حدیث کا دروازہ کھولنا ہے اور منکرین حدیث کی حمایت و تائید کرنا ہے، یہ نہج (طریقہ) اہل سنت کا کبھی نہیں رہا...... ضعیف احادیث کا انکار کرنا یہ وقتِ حاضر کا فتنہ ہے، اسلاف کا یہ طریقہ نہیں تھا، اور متقدمین محدثین وفقہاء ضعیف احادیث کو قبول فرمایا کرتے تھے اور ان پر اپنے عمل کی بنیاد رکھتے تھے (اس کے بعد مولانا نے ترمذی اور ابوداوٗد کی کئی ضعیف حدیثیں ذکر کیں جن پر فقہاء ومحدثین کا عمل ہے) (ارمغانِ حق: ۳۱۶/۲۔۳۲۰) اِس صدی کے عظیم مُحدِّث علاّمہ عبدالفتّاحؒ تحریر کرتے ہیں: بڑے بڑے محدثین جیسے: عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمدؒ...... اور انکے زمانہ کے محدثین، جو فن حدیث کے امام ہیں وہ سب حضرات اپنی کتابوں میں عمل اور استدلال کی غرض سے ضعیف حدیثوں کو بھی ذکر کرتے ہیں، ان کو جھوٹی اور نا قابلِ عمل بالکل نہیں سمجھتے جیسا کہ موجودہ دور کے بعض لوگ سمجھ رہے ہیں (حاشیہ ظفر الامانی: ص/۱۸۶)

---

(۱) موضوع حدیث اس جھوٹی اور من گھڑت حدیث کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کہی ہو بلکہ کسی شخص نے گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہو، جیسے: (۱) اذان واقامت میں اَشہدانّ محمدارسول اللہ کے وقت انگوٹھے چومنے کی حدیث (۲) حضور ﷺ وفات تک رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے رہے (۳) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نام کی صراحت والی تمام روایات وغیرہ۔

تنبیہ: موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے۔

یہ بات بھی جان لینا چاہئے کہ حدیثوں کے صحیح یا ضعیف ہونے کا تعلق محدثین و مجتہدین کے اجتہاد و تحقیق سے ہے، بعض وقت ایک حدیث کو کچھ محدثین ضعیف کہتے ہیں جبکہ دوسرے محدثین کے نزدیک وہی حدیث صحیح ہوتی ہے اور درحقیقت چاروں مسلکوں میں اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہی ہے۔

اس حقیقت کا انکشاف بھی بڑا دلچسپ اور حیرتناک ہوگا کہ احناف کی حدیثوں کو سن کر ناک بھوں چڑھانے والے اور حنفی مسلک پر ضعیف و یتیم ہونے کا طعنہ کسنے والے ہمارے غیر مقلد دوست اپنے مسلک کیلئے بڑی خوشی اور پوری سخاوت کے ساتھ ضعیف حدیثوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی ایک مشہور کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' جو بڑی چھان بین، تحقیق، صحت استدلال کے ساتھ شائع کی گئی ہے اسکے اندر تقریباً (۸۴) ضعیف حدیثیں اور ایک موضوع حدیث ہے۔ اسکے علاوہ اہل حدیث علماء کی کئی کتابیں ضعیف احادیث سے بھری ہوئی ہیں، جسکو محقق علماء سے پوچھ کر یا انکی کتابیں پڑھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چند حدیثیں یہ ہیں: سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث، امام کے پیچھے صرف سورۂ فاتحہ پڑھنے کی حدیث، التحیات میں سلام تک انگلی ہلانے کی حدیث، آٹھ رکعت تراویح کی حدیث، ہر نماز اول وقت پڑھنے کی حدیث، جماعت فجر کے فوراً بعد سنتِ فجر پڑھنے کی حدیث، نماز عید میں بارہ تکبیروں والی حدیث، چار دن تک قربانی کے جائز ہونے کی حدیث۔ ضعیف احادیث کے بارے میں صحیح فیصلہ جاننے کیلئے پڑھئے: **تصحيح الغيال** ☆ حدیث اور فہم حدیث، مصنف: مولانا عبداللہ معروفی صاحب۔

﴿کیا صحیح احادیث صرف بخاری اور مسلم ہی میں ہیں؟﴾

بخاری و مسلم کی حدیثیں یقیناً صحیح ہیں لیکن ساری صحیح حدیثیں صرف بخاری اور مسلم ہی میں لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہزاروں صحیح احادیث ہیں۔ اُن میں ایسی احادیث بھی ہیں جن کی سند بخاری و مسلم کی حدیثوں کی طرح صحیح ہے۔ مُؤطا مالک اور مُستَدرَک حاکم وغیرہ میں ایسی بہت ساری حدیثیں ہیں۔ لہٰذا صرف بخاری و مسلم یا صحاحِ سِتّہ ہی کی حدیثوں کا مطالبہ کرنا اور انھیں کی حدیثوں کو صحیح ماننا بے جا ہٹ دھرمی ہے اور عمل بالحدیث نہیں بلکہ انکارِ حدیث کا بہت خطرناک راستہ ہے۔ خود اُن محدثین نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ صحیح احادیث صرف بخاری و مسلم ہی میں ہیں لہٰذا جو حدیث ان کے خلاف ہوگی اس پر عمل نہیں کیا جائیگا۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں ''میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث لکھی ہیں اور بہت ساری صحیح حدیثوں کو کتاب کے طویل ہوجانے کے اندیشہ سے چھوڑ دیا ہے''۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص/۱۱) امام مسلمؒ کا اپنا بیان ہے: '' میرے نزدیک جتنی صحیح احادیث ہیں سب کو میں نے اپنی کتاب (صحیح مسلم) میں نہیں لکھا ہے'' (بلکہ بہت ساری صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے)۔ (تدریب الراوی: ۱/۹۸)

کیا صرف صحیح حدیث پر عمل کرنے والوں کو اہل حدیث کہا جاتا ہے؟

صرف صحیح حدیث پر عمل کرنے والے کو اہلِ حدیث کہنا تاریخ اور علمِ حدیث سے ناواقفیت کی علامت ہے، کیونکہ تاریخ کے کسی دور میں نہ ایسے شخص کو کبھی اہلحدیث کہا گیا نہ حقیقت کی دنیا میں ہر عمل کی دلیل میں صرف صحیح حدیث پیش کرنا ممکن ہے۔ اسلئے کہ بعض حدیثیں سند کے اعتبار سے صحیح ہیں لیکن منسوخ ہیں اور بعض حدیثیں ضعیف ہیں لیکن اہل علم ان پر عمل کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ کو بھی ہر مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی تو آج کہاں سے لائی جائیگی؟ اہلحدیث درحقیقت محدثینؒ اور فقہاءؒ و مجتہدینؒ کا لقب ہے جن کا سب سے اہم، محبوب اور عمر بھر کا مشغلہ نبی ﷺ کی احادیث کو سننا، یاد کرنا، ان سے مسائل کو نکالنا اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے، جو لوگ علمِ حدیث میں اپنے آپ کو مشغول کر دیتے ہیں انکو اہل حدیث کہا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ اہلِ حدیث کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کو اللہ نے ارکانِ شریعت قرار دیا ہے...... ان کا ہر عالم فقیہ ہوتا ہے اور امامت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے، وہ اپنے قبیلہ کا زاہد اور فضیلت میں ممتاز ہوتا ہے وہ بے مثال قاری اور عمدہ خطیب ہوتا ہے...... ان کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے آثار و احادیث کی حفاظت کی اور رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث کو جمع کرنے کی خاطر صحرا اور سمندر کا پُرمشقت سفر اختیار کیا، رائے اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہیں کی (شرف اصحاب الحدیث مترجم: ص/۸-۹)

یزیدؒ کہتے ہیں: میں نے حماد بن زیدؒ سے ایک بار پوچھا: اے ابو اسماعیل: کیا اللہ تعالیٰ نے اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کا تذکرہ قرآنِ مجید میں فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے: فلولا نفر من کل فرقة (توبہ: آیت/۱۲۲) قرآن کریم کی یہ آیت ہر اُس شخص کیلئے ہے جو علم و فقہ کی تلاش و جستجو میں سفر کرے اور پھر اس کے حصول کے بعد اپنے لوگوں میں واپس لوٹ کر آئے اور ان کو تعلیم دے (ص/۲۷)

علامہ محمد بن ابراہیم یمانیؒ لکھتے ہیں: اہل حدیث ان لوگوں کا نام ہے جنھوں نے علم حدیث کی طرف مکمل توجہ کی، اس کو حاصل کرنے کے لئے دنیا سے یکسو ہو گئے...... اگر ان پر رات چھاتی ہے تب بھی یہ لوگ حدیثیں لکھتے ہیں اور جب صبح ہوتی ہے تو وہ احادیث رسولؐ سننے کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہی (حدیث رسولؐ کیلئے دنیا چھوڑنے والے خوش نصیب) اہل حدیث ہیں، چاہے وہ کسی بھی مَسلَکْ کے ہوں۔ (الروض الباسم: ۱/۱۲۲)

ایک غیر مقلد عالم عبداللہ دامانوی صاحب لکھتے ہیں: محدثین کی جماعت کو اہلحدیث کہا جاتا ہے جس طرح مفسرین کی جماعت کو اہل التفسیر اور مؤرخین کی جماعت کو اہل التاریخ کہا جاتا ہے۔ (الفرقة الجدیدة: ص/۹) اور کبھی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے فقہی مسلک کو بھی مذہب اہل حدیث کہدیا جاتا ہے۔

الغرض لقبِ اہلِ حدیث کی ان تعریفات کی روشنی میں احناف وشوافع وغیرہ مقلدین ہی اہل حدیث نام کے حقیقی مستحق ہیں ، اس لئے کہ ہندوستان میں علمِ حدیث پھیلانے میں سب سے بڑا حصہ علمائے احناف ہی کا ہے (دیکھئے: تاریخِ اہلحدیث، حدیث اور فہم حدیث، تجلیات صفدر) علمائے احناف وشوافع نے حدیث کی تشریح و تفسیر میں سینکڑوں کتابیں لکھیں اور پوری دنیا میں قرآن وحدیث کے سب سے زیادہ مدرسے انہیں کے ہیں اور سب سے زیادہ حدیث پڑھنے پڑھانے والے اور اس کیلئے سفر کرنے والے یہی حضرات ہیں ، جس کا ہر شخص چل پھر کر اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کرسکتا ہے۔ محدثِ کبیر خطیب بغدادیؒ اور علامہ یمانیؒ کی اس بصیرت افروز تحریر نے بالکل دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ اہل حدیث اور اصحاب الحدیث صرف محدثین کی جماعت کو کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف کو پڑھنے پڑھانے والوں کو کہا جاتا ہے۔ اور تاریخ کی نا قابل انکار گواہی ہے کہ تمام محدثین یا تو مجتہد تھے یا کسی امام کے مقلد تھے۔ جس کی کچھ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ بعض افراد اس کا انکار کرتے ہیں لیکن حق کو جھٹلانے والے کو ایک دن دنیا خود جھوٹا کہتی ہے؟

-------☆☆☆-------

ہندوستان پر انگریزوں کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کے اندر بہت سے نئے فرقے وجود میں آئے، اُنہیں میں سے ایک نیا فرقہ غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے جو اپنے آپ ہی کو اہل حدیث کہتے ہیں اور کتابوں میں اہل حدیث کا لفظ جہاں بھی نظر آتا ہے فوراً اس پر قبضہ کر لیتے ہیں کہ اِس سے ہماری جماعت ہی مراد ہے، اور کم علم مسلمانوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ ہماری جماعت، صحابہ ﷺ کے زمانہ سے موجود ہے اور یہ چاروں مسلک چوتھی صدی کی بدعت ہیں۔ اس جماعت کا یہ عمل سراسر دھوکہ اور سچائی وصداقت کے خلاف ہے، اور اُن کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسے آج کا کوئی اہل قرآن (منکرِ حدیث) ترمذی شریف میں " أَوْ تِرُوْا یَاأَھْلَ الْقُرْآنْ " کی حدیث دیکھ کر یہ شور مچانے لگے کہ دیکھو حضور ﷺ کے زمانے کے مسلمان بھی ہمارے جیسے اہل قرآن تھے۔

ہمارے غیر مقلد بھائیوں کی طرف سے اہل حدیث ہونے کا دعویٰ علمی، عملی اور تاریخی تینوں اعتبار سے بالکل غلط ہے۔ علمی اعتبار سے اس لئے غلط ہے کہ اہل حدیث دراصل محدثین کرام کی جماعت کو کہا جاتا ہے جو فن حدیث کے ماہر اور عربی زبان کے زبردست عالم ہوتے ہیں، جبکہ موجودہ اہل حدیث جماعت کے افراد کی بڑی اکثریت عربی زبان تو دور کی بات اُردو بھی نہیں جانتی، فن حدیث تو درکنار صحیح اور ضعیف حدیث کی تعریف سے بھی ناواقف و جاہل ہے۔ عملی اعتبار سے اسلئے غلط ہے کہ بے شمار افراد، اہل حدیث ہونے کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود داڑھی تراش ہیں، عمامہ کو تو بھول کر بھی ہاتھ نہیں لگاتے، سجدہ میں جاتے وقت، دوسجدوں کے

دوران، دوسری رکعت کیلئے اٹھتے وقت، ہر تکبیر کے وقت رفع یدین نہیں کرتے جبکہ ان جگھوں پر رفع یدین کرنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے (دیکھئے: مجموعہ رسائل ومقالات، تجلیات صفدر) امام کی قرأت کے وقت خود بھی قرأت کرتے ہیں جبکہ قرآن وحدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، ان کے علاوہ حضور ﷺ کی بے شمار سنتوں اور بہت ساری حدیث کی کتابوں کے ناموں سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ صرف چند اختلافی حدیثوں کو رَٹ کر اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ خود جماعت اہلحدیث کی قابل قدر ہستی نواب صدیق حسن خان صاحب کے بھی یہی احساسات ہیں، وہ لکھتے ہیں: یہ جاہل تو ان کا حدیث کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک یہ ہے کہ یہ لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے مابین اختلافی ہیں معاملات کے متعلق مسائل جو روزمرّہ پیش آتے ہیں انہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں اور ان کا سارا اتباعِ حدیث فقط یہ ہے کہ اس خِلاف (اختلاف) کو نقل کرتے رہتے ہیں جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے درمیان عبادات میں واقع ہوا ہے...... یہ امر انتہائی تحیر وتعجب کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص مُوَحِّد (توحید پرست) گردانتے ہیں اور اپنے سوا سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں (الحطہ :١٥٤، بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری: ص/٢٥١) الغرض صرف تین جگہ رفع یدین کرنے، چلا کر آمین کہنے، ٹانگ چیر کر نماز میں کھڑے رہنے اور قرآن وحدیث کے ماہرین کو پسِ پشت ڈال کر کم علمی کے باوجود اپنی عقل سے حدیث پر عمل کرنے والے کا نام کیا اہل حدیث ہوسکتا ہے؟

اور تاریخی اعتبار سے اس لئے غلط ہے کہ چودہ سو سالہ تاریخ کے کسی دور میں کسی ملک میں ایسی کوئی جماعت نظر نہیں آتی جو موجودہ چاروں متفقہ اور قدیم فقہی مسلکوں کی فقہ اور اُن کے عظیم محدثین اور فقہاء کو مخالف اسلام اور گمراہ قرار دیتی تھی، آٹھ رکعت تراویح پڑھتی تھی، تقلید کو شرک کہتی تھی، غیر مقلد ہونے پر فخر کرتی تھی۔ انگریز کے دور سے پہلے عِلَلِ حدیث سے جاہل، اسماء الرجال سے ناواقف، جرح وتعدیل کے فن سے بیگانہ اور غیر مقلد شخص پر کبھی اہل حدیث کا مقدس لفظ نہیں بولا گیا۔ لیکن کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے اس تیز رفتار مادّی ترقی والے دور میں جاہل سے جاہل بھی ترقی کر کے چند گھنٹوں کے اندر اہل حدیث بن رہے ہیں۔ (فیاللعجب)

موجودہ جماعتِ اہل حدیث کی تاریخ سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ انگریز کے دور سے پہلے نہ اس جماعت کا کوئی مرکز تھا نہ کوئی مسجد، نہ ترجمۂ قرآن تھا نہ حدیث کی کوئی کتاب، نہ فقہ کی مخالفت میں کوئی رسالہ۔ صلاۃ الرسول، سیف محمدی، حقیقۃ الفقہ، سبیل الرسول، نزل الابرار، صدیقۂ کائنات، کنز الحقائق، ھدیۃ المھدی جیسی متانت وسنجیدگی سے عاری، علمی دیانت وامانت داری سے یکسر خالی، عوام کی کم علمی کا غلط فائدہ اٹھانے

والی کوئی کتاب انگریز کے دور سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ طبقات حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ جیسی تاریخ کی معتبر کتابیں تحریر کی گئیں لیکن طبقات اہل حدیث یا غیر مقلدین نام کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ مسجد حرام میں صدیوں تک صرف چار مسلکوں کے چار مصلے تھے اور حج وعمرہ کیلئے آنے والے تمام مفسرین ومحدثین، علماء واولیاء اللہ کسی ایک کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ۱۳۴۳ھ میں شاہ عبدالعزیزؒ نے چاروں مسلکوں کے علماء ہی کے مشورہ پر چار مصلوں کو ختم کرکے ایک مصلّٰی قائم کیا اور پھر چاروں مسلکوں ہی کے دو دو علماء کو امام مقرر کیا۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں موجودہ اہل حدیث جماعت کا نہ کبھی کوئی مصلی رہا نہ کوئی امام، حتی کہ تیرہویں صدی تک ان کا کوئی ایک فرد بھی مدینہ منورہ میں نہیں تھا، جیسا کہ خود موجودہ جماعت اہلحدیث کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ۲۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں: برادران اسلام! جماعت (اہل حدیث) کے اکثر افراد جانتے ہیں کہ مولانا احمد صاحب دہلوی سات آٹھ سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں، جب آپ وہاں پہنچے تو اس مقدس شہر کے ساکنین (رہنے والوں) میں سے کسی کو اہل حدیث نہ پایا، نہ اس جماعت کا کوئی مدرسہ ہے نہ رباط...... نہ اس جماعت کا وہاں تذکرہ ہے نہ نام ونشان...... یہ حالت دیکھ کر دل پر سخت چوٹ لگی اور افسوس ہوا کہ یہ مرکز اسلام...... وہاں کوئی اہل حدیث کا نام لیوا اور مذہب اہلحدیث کا مبلغ نہ ہو۔ (مجموعہ رسائل ۱/۸۹) موجودہ جماعت اہل حدیث کے افراد تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں، جبکہ محمد بن عبدالوہابؒ بھی حنبلی مسلک کے مقلد تھے، لیکن ان کو شیخ الاسلام وغیرہ کہتے ہیں، پتہ نہیں اس فرق کی وجہ کیا ہے، پٹرول وریال یا کوئی اور خیال؟؟ اور آج بھی سعودی عرب کا سرکاری مسلک حنبلی ہے اور وہاں کے علماء اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں، یعنی پچھلے بزرگوں کے طریقہ کی اقتداء اور تقلید کرنے والے۔

موجودہ جماعت اہل حدیث کے شیخ الحدیث اسمٰعیل گوجرانوالہ صاحب لکھتے ہیں: ہمارے ملک میں تقلید اور ترک تقلید کی بحث تقریباً ایک صدی سے جاری ہے (فتاوٰی:۹۹) معلوم ہوا کہ اس سے پہلے بحث نہیں ہوتی تھی کیونکہ بحث کرنے والے ہی نہیں تھے۔ موجودہ فرقہ اہل حدیث کی ابتداء کب اور کیوں ہوئی اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے اسمٰعیل سلفی صاحبؒ خود لکھتے ہیں: ائمہ کی محبت اور اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی الفت نے مخالفین پر طعن کیلئے راہ کھول دی...... اہل حدیث نے اسی بے اعتدالی کی بنا پر ترکِ تقلید کی دعوت دی تاکہ محبت میں غلو دوسرے ائمہ کے متعلق بدظنی کا سبب نہ بنے...... لیکن افسوس ہے کہ یہ علاج خود مرض کی صورت اختیار کر گیا اور ائمہ کے اجتہادی مسائل کو اغلاط تصور کیا گیا۔ ان کے علم حدیث پر دل خراش عنوان قائم کرکے بعض حضرات نے بالکل وہی صورت پیدا کردی جس سے بچنے کیلئے ترک تقلید کا نسخہ تجویز کیا گیا تھا (فتاوٰی:ص/۹۹)

مولانا کی یہ تحریر اپنے مفہوم میں بالکل واضح اور ہمارے اس دعوی کی وزنی دلیل ہیکہ موجودہ اہل حدیث (غیر مقلدین) کی جماعت، صحابہ ﷺ کے مبارک دور سے نہیں ہے بلکہ غلط فہمی کے نتیجہ میں یا بقول سلفی صاحب چند سخت مزاجوں کے غلو کے ردِعمل میں ظاہر ہوئی ہے اور پھر وہ بھی بہت جلد غلط اور تشدُّد کی راہ پر چل نکلی۔ تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ موجودہ جماعت اہل حدیث کے افراد اپنے آپ کو محمدی کہتے تھے، پھر اس جماعت کے اکابرین، نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ نے انگریزی گورنمنٹ سے اپنے لئے اہل حدیث کا نام الاٹ کرالیا۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ''فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ'' مصنف: مولانا محمد الیاس گھمن صاحب ☆ تعارف علماء اہل حدیث، مصنف: مولانا انوار خورشید صاحب)

موجودہ اہل حدیث احباب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ تمام مقلدین کو صرف قرآن وحدیث کی بنیاد پر متحد ہونے کی پُرزور دعوت دیتے ہیں اور فقہی اختلافات پر کم علمی کی بدولت تعجب کا اظہار کرتے ہیں، لیکن خود انکے درمیان بے شمار اختلافات ہیں جو ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز موجودہ اہل حدیث حضرات کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ مقلدین سے یہ کہتے ہیں کہ علماء گمراہ کردیتے ہیں ان کے پاس مت جاؤ، خود قرآن وحدیث پڑھ کر عمل کرو لیکن جب کوئی صاحبِ علم حنفی یا شافعی الٹا خود ان سے کوئی سوال کرلیتا ہے تو وہ اپنے مولوی کے پاس چلنے کی دعوت دیتے ہیں یا غصہ میں آجاتے ہیں۔ یعنی وہ حضرات، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کی تقلید سے تو بھاگتے ہیں لیکن اپنے مولوی صاحب اور مسجد کے امام صاحب کی تقلید کو سینے سے لگالیتے ہیں اور انکے بتائے ہوئے بہت سارے مسائل قرآن وحدیث کی کسی واضح دلیل کے بغیر ہی قبول کرلیتے ہیں، ان کے علماء جو حدیث پیش کرتے ہیں تو حدیث اور اسماء الرجال کی کتابیں کھول کر اس کی تحقیق کئے بغیر ہی ان کی بات مان لیتے ہیں، ان کے علماء عربی حدیث کا جو بھی ترجمہ کرتے ہیں بلا تحقیق دل وجان سے اسکو قبول کرلیتے ہیں۔ اُن حضرات سے بات چیت کرنے والا ہر شخص اِن چیزوں کا خوب اندازہ لگاسکتا ہے اور بے شمار لوگوں کو اسکا اچھی طرح تجربہ ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آج کل حلقۂ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے اکثر علماء وعوام کا خیال ہے کہ اُنکے اور مقلّدین کے درمیان صرف مسائل میں نہیں بلکہ عقیدوں میں بھی اختلاف ہے۔ ان کی نظر میں تمام مقلدین مشرک ہیں، توحید سے دور ہیں اور صحیح توحید کو ماننے والے صرف یہی اہل حدیث ہی ہیں۔ جب کہ اُنکے گذشتہ اکابرین علماء ابراہیم سیالکوٹی صاحب، اسماعیل سلفی صاحب وغیرہ نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ احناف اور اہل حدیث کے درمیان عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہی ابراہیم صاحب جن کے مقام ومرتبہ سے تمام غیر مقلدین حضرات واقف ہیں اور جن کا علم وفضل جماعت اہل حدیث کے نزدیک تسلیم شدہ

ہے لکھتے ہیں: اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنفیوں اور اہل حدیث میں اختلاف صرف فروع (مسائل) میں ہے، عقائد میں نہیں، پس حنفیوں کو اہلحدیث سے عناد و بغض نہیں رکھنا چاہئے (تاریخ اہلحدیث: ص/۱۴۱) معلوم ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے گذشتہ علماء کے تمام عقائد حنفیوں کے عقیدوں جیسے تھے، اب یا تو جماعت اہل حدیث کے وہ علماء گمراہ اور مشرک تھے یا موجودہ افراد کا فرو گمراہ ہیں؟ اس بات کا کسی کی تقلید کئے بغیر خود سے صحیح فیصلہ کرنا اِس جماعت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے!! موجودہ اہل حدیث حضرات، تصوف، ابدال، غوث، قطب (جو ولایت کے خاص درجے ہیں) وغیرہ کو گمراہی خیال کرتے ہوئے شدت سے اُنکا اِنکار کرتے ہیں جب کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں: اہل حدیث کے علاوہ اور کون ابدال ہوسکتا ہے (شرف اصحاب الحدیث: ص/۲۴)

نیز موجودہ اہل حدیث احباب کی یہ بے مثال عادت ہے کہ جب ان کے سامنے کسی غیر مقلد عالم کی احناف سے ملتی ہوئی کوئی بات پیش کی جاتی ہے تو وہ فوراً اپنے اُس عالم کا انکار کردیتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے ہمارے امام صرف محمد ﷺ ہیں۔ اسی جیسی عادتوں کی بناء پر علماء اہل سنت بلکہ خود اہل حدیث غیر مقلد علماء نے اعتراف کیا ہے کہ جماعت اہل حدیث کے لوگ بڑے ضدی، ہٹ دھرم و بے ادب، گستاخ اور دین کے معاملہ میں بے حد جری ہوتے ہیں (دیکھئے: نقوش عظمت رفتہ ص/۳۵۳ ☆ الکلام المفید ☆ تجلیات صفدر)

نیز یہ اہل حدیث حضرات مخالفت تو مطلق تقلید کی کرتے ہیں لیکن امام شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ اور اُنکے مقلدین کو تو اِن حضرات نے سر پر رکھا، اُنکی کتابوں کو سینہ سے لگایا اور دشمنی کی تو صرف امام ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے مقلدین سے۔ اہل حدیث حضرات نے احناف پر طعن و طنز کے جو گھٹیا تیر چلائے اور مسلک حنفی کے خلاف جس طرح طوفانِ بدتمیزی پھیلایا اُن کی اِس دوغلی پالیسی سے اُنکی نیتوں میں کھوٹ اور دعوے میں جھوٹ نظر آتا ہے۔

زمانۂ حال کی تاریخ کی یہ ایک دل سوز حقیقت ہے کہ جماعت اہل حدیث کے احباب نے کم علمی اور غلط فہمیوں کی وجہ سے برّصغیر میں توحید و سنت کے زبردست عَلَم بَردار، علماء دیوبند کو خواہ مخواہ اپنا دشمن اور مخالف بنالیا ورنہ بہت زمانہ پہلے اس ملک کے مسلمانوں سے کفریہ عقائد و خیالات، شرکیہ اعمال و رسوم اور بدعات و خرافات کے سیاہ بادل بڑی حد تک چھٹ چکے ہوتے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ مسلمانوں میں احناف کی کثرت کو دیکھ کر کہیں دشمنانِ اسلام نے احناف ہی کو پہلا نشانہ بنایا ہو اور ہمارے یہ احباب، بھولے پن اور اتباع رسولؐ کے جذبہ میں دشمنوں کا شکار ہو گئے ہوں۔ بہر حال تقلید خصوصاً فقہ حنفی اور علماء دیوبند سے اندھی دشمنی میں موجودہ جماعت اہل حدیث کے علماء و عوام نے جھوٹ، فریب، دھوکہ اور بدزبانی کا جو کڑوا دریا بہایا ہے اسکی مثال کسی اور فرقہ میں شاید مشکل سے ملے گی۔ خصوصاً اُن کے مشہور عالم محمد رئیس ندوی اور ابوالاقبال سلفی صاحبان نے

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس نے شرم وحیاء امانت و دیانت اور امت مسلمہ کی نیک بختی وسعادت مندی کی دھجیاں اڑا دی، مسلمانوں میں فساد وانتشار اور ضلالت وگمراہی کا بیج بودیا اور احادیث رسولؐ کے قابل اعتماد ذخیرہ کا اعتماد بھی ختم کر دیا۔ شیخ عبداللہ مدنی کے یہ الفاظ اسی حقیقت کی ترجمانی کر رہے ہیں: اپنے کو نجات پانے والا اور دوسروں کو عقیدۃً جہنمی کہیں، یہ کام مسلمانوں کی ایک جماعت بڑی محنت سے کر رہی تھی کہ فلاں کافر، جوان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ابھی اُن کا کام ختم نہ ہوا تھا، چل ہی رہا تھا کہ ان ..... سے تکفیر (کافر بنانے) کی مشین دوسرے بھائیوں نے چھین لی، اور اُن کو کہنے لگے..... تم صرف دیوبندیوں کو کافر کہتے ہو ہم، سب مقلدین احناف، شافعیہ، حنابلہ سب کو مشرک ثابت کر دیں گے (الانتفاع ترجمہ الانتقاء: ص/۴۰)

ہمارے موجودہ اہل حدیث دوستوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مقلدین خصوصاً احناف اور علماء دیوبند کی کتابوں کی بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراضات کرتے بلکہ ان پر جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں، ہر شخص کے سامنے ان کی صحیح باتوں کو غلط بنا کر پیش کرتے ہیں لیکن اپنی کسی کتاب اور اپنے علماء کی بڑی سے بڑی غلطی کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے نہ اُن کی گمراہیوں سے بچانے کیلئے کوئی تقریر کرتے ہیں نہ کوئی سی ڈی یا کیسٹ یا رسالہ تیار کرتے ہیں۔ جب کہ ان کے علماء نے بعض صحابہؓ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے، بخاری شریف کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا، امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ پر اعتراضات کیئے (ان حقیقتوں کے علاوہ مزید تفصیلات کیلئے پڑھئے: غیر مقلدین کا آئینہ، غیر مقلدین کی ڈائری، کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، آئینہ غیر مقلدیت، حدیث اور اہل حدیث)

دور حاضر کے بے لگام محدثین اور بے باک مجتہدین کی جماعتِ اہل حدیث کے خوش فہم افراد پر محدث کبیر خطیب بغدادیؒ کی یہ بات خوب فٹ ہوتی ہے: "نفس پرستوں اور راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا یہی رویہ ہوا کرتا ہے، ان کی بدبختی اور رسوائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ...... وہ اپنی آراء کو دین میں فیصلہ کن سمجھتے ہیں...... انہوں نے دینداری کا مطلب لڑنا جھگڑنا سمجھ لیا ہے...... ائمہ مسلمین پر طعنہ زنی کرتے ہوئے ان کے حاملین (اتباع کرنے والوں) کا مذاق اڑاتے ہیں...... ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ان کے علاوہ کوئی نجات نہیں پاسکتا کیونکہ بزعم خویش تقلید سے انہوں نے آزادی حاصل کرلی ہے۔ اور عدل وتوحید سے ان کا نام وابستہ ہے۔ حالانکہ اگر ان کی توحید کو دیکھا جائے تو وہ سراپا شرک والحاد ہے...... کتنے غریب ایسے ہیں جو بے چارے دین کے سلسلے میں کسی بڑی آزمائش سے جب دوچار ہوتے ہیں تو فقیہ کے پاس پہنچ کر فتویٰ معلوم کر کے اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہیں، تقلید سے آزادی حاصل کرنے کے بعد پھر اسی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ (شرف اصحاب الحدیث مترجم: ص/۶)

رائے کا کیا حکم ہے؟ اور اہل الرائے کسے کہتے ہیں؟

رائے کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ رائے جو قرآن وحدیث آثارِ صحابہؓ اور اجماعِ امت کے خلاف ہو، وہ رائے حرام اور مذموم ہے (۲) دوسری وہ رائے جو کتاب وسنت کے ماہر علماء اور مجتہدین، قرآن وحدیث کی روشنی میں دیتے ہیں وہ محمود و پسندیدہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد سے اُمتِ مسلمہ کی گاڑی اسی پر چل رہی ہے، اس رائے کو اجتہاد اور قیاس بھی کہا جاتا ہے۔ فقہاءؒ و مجتہدینؒ، محدثینؒ و مفسرینؒ کی تمام رایوں کا تعلق دوسری قسم سے ہے جس میں غلطی ہوسکتی ہے لیکن اس کو گمراہی اور مذموم رائے نہیں کہا جاسکتا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے بخاری شریف: ۱۰۸۶/۱ اور ۱۰۸۸ میں یہ دونوں قسمیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱)

اہل الرائے کا لفظ کبھی حدیث کی روایت کرنے والے محدثین کے مقابلہ میں قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے والے فقہاء پر بولا جاتا ہے، اور کبھی امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے مسلک کو مذہبِ اہل حدیث اور اُن کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مسلک کو مذہبِ اہل الرائے کہا جاتا ہے (دیکھئے ابنِ قتیبہؒ کی المعارف اور ابوالولید الباجی مالکیؒ کی شرح منتقیٰ) اور کبھی چاروں مسلکوں کے اُن متاخرین فقہاء پر بولا جاتا ہے جو اپنے مسلک کے اُصول وقواعد پر نئے مسائل کی تخریج کرتے ہیں (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۶۱/۱) کبھی صرف علماءِ احناف پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اہلِ حدیث کی جو تعریف نقل فرمائی ہے ائمہ اربعہ میں اُس کے سب سے پہلے مصداق امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں اور اُس تعریف کی رُو سے چاروں امام اہل حدیث بھی ہیں اور اہل الرائے بھی ہیں۔ یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ اہل الرائے کی اصطلاح فقہی بصیرت اور زبردست علمی کمالات رکھنے والے شخص پر بولی جاتی ہے اور اس کا مقصد قرآن وحدیث یا اُصول و قواعد سے استنباطِ احکام اور تخریجِ مسائل میں اُن فقہاءؒ و مجتہدین کرامؒ کی خصوصی مشغولیت کو بتانا ہے۔ اہل الرائے سے متعلق یہی زیادہ انصاف والی بات ہے۔ جو لوگ اہل الرائے کے لفظ کا اس کے خلاف غلط مفہوم سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی یا تعصب کا شکار اور اپنی جماعت کی بے جا حمایت میں گرفتار ہیں۔

---

(۱) موجودہ جماعت اہل حدیث پر بڑا تعجب ہے کہ ان کے کئی مشہور علماء قیاس واجتہاد کا کھلا انکار کرتے ہیں، قیاس کو حرام اور قیاس کرنے والوں کو قرآن وحدیث کا مخالف سمجھتے ہیں، آثار صحابہؓ اور اجماع کو بھی حجت نہیں مانتے۔ نہ معلوم یہ حضرات نئے مسائل میں کس کی اتباع کرتے ہیں؟ تفصیل کیلئے پڑھئے: فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ: ص/۱۵۹ ☆ مجموعہ رسائل ومقالات: جلد اول ☆ تجلیات صفدر۔

تقلید چھوڑ دینے کے نقصانات اور خرابیاں

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ دنیا کا ہر مسلمان پڑھا لکھا، قرآن وحدیث کے تمام علوم سے واقف اور مطلوبہ عقل وفہم، قابل اعتماد علم وصلاحیت والا نہیں ہے۔ اگر دین کے معاملہ میں اہل علم کی اتباع کو چھوڑ کر ہر شخص خود سے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور شریعت پر عمل کی کوشش کرنے لگے تو یقیناً چند ہی برسوں میں ہر خاندان کا دین الگ اور ہر گھر کی شریعت جدا ہو جائے گی۔ کیونکہ کوئی بھی نظام اسی وقت تک صحیح اور محفوظ رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے اہل اور لائق وقابل فراد کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، ہر علم وفن میں صرف اسی شخص کی بات تحقیقی اور قابل قبول سمجھی جاتی ہے جو اس علم وفن سے خوب واقف ہو، جیسے ہیرے جواہرات کے بارے میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی موچی کی، سونے کے بارے میں ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی کمہار کی اور قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون داں کی ہوگی نہ کہ کسی مداری کی، اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی بات تحقیقی مانی جائے گی نہ کہ ہر کندۂ ناتراش کی۔ (تجلیاتِ صفدر، جلد اول)

اگر کوئی معاملہ نااہلوں اور جاہلوں کے ہاتھ میں چلا جائے تو پھر اس کا کیا انجام ہوگا اس سے ہر عقلمند باخبر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جب کاموں کو نااہل لوگوں کے حوالے کیا جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری: ۱۴/۱) دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالی (قیامت کے قریب) علم کو دنیا سے اس طرح ختم نہیں کریں گے کہ اسکو اچانک بندوں کے دلوں سے نکال لیں، بلکہ عالموں کو اٹھا لیں گے، جب دنیا میں علماء نہیں رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا امام بنالیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے، تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے (بخاری: ۲۰/۱) اس صحیح حدیث کو پڑھنے اور ماننے والا ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس ارشاد مبارک میں آپؐ نے عام مسلمانوں کو علماء اسلام کو چھوڑ کر جاہلوں کو امام بنانے سے منع فرمایا ہے، علماء کرام کی اتباع کو راہِ ہدایت اور گمراہی سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا، ان سے پوچھ کر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور جو شخص نہ عالم ہو نہ علماء سے پوچھ کر عمل کرے (جیسا کہ زمانۂ حال کے اہل حدیث، فرقۂ اہل قرآن اور ذاکر نائک صاحب کا حال ہے) اس کو گمراہ ہونے والا اور گمراہ کرنے والا قرار دیا۔

آج ہر صاحبِ نظر اس کا مشاہدہ کر رہا ہے کہ جو لوگ جہالت وکم علمی کے باوجود گمراہ لوگوں کی تقلید میں چاروں اماموں کی تقلید کو حرام اور کفر وشرک کہہ کر خود سے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ آہستہ آہستہ صحیح اسلامی عقائد واعمال سے بھی ہٹتے جا رہے ہیں، اسلاف وبزرگان دین حتی کہ

صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے بدگمانی کے خطرناک مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں، بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کا حقارت سے تذکرہ کرتے ہیں، اہل علم سے بغاوت اور اپنے تھوڑے سے علم پر بیجا فخر ان کا شیوہ بن گیا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک دوست راقم الحروف کے پاس اپنے غیر مقلد بھائی کو لے کر آئے، جن کو اہلحدیث ہو کر کئی سال ہو چکے تھے۔ میں نے اُن غیر مقلد بھائی سے ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جواب دیا، میں نے اس کی دلیل پوچھی، انہوں نے کہا کہ میں نے قیاس کیا ہے۔ میں نے قیاس کے جائز ہونے کی دلیل پوچھی تو انہوں نے حضرت معاذؓ کی حدیث سنائی، میں نے کہا کہ اس حدیث کو آپ کے اہل حدیث علماء ضعیف کہتے ہیں اور مشہور اہلحدیث عالم یوسف جئے پوری صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ الفقہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس شیطان ہے، اس کے علاوہ قیاس کی برائی میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ سن کر وہ حیران و پریشان ہو کر چپ ہو گئے۔ میں نے کہا اب تک آپ خود تحقیق کئے بغیر دوسروں سے سن کر اس حدیث کو صحیح سمجھتے اور اس سے مسائل نکالتے رہے، گویا تقلید کرتے رہے اور تقلید شرک ہے، تو آپ مشرک رہے اور آپ کی تمام عبادات ضائع ہو گئیں؟ اُس شخص نے اس بات پر اپنے مشرک ہونے اور تمام عبادتوں کے ضائع ہو جانے کا بلا جھجک اقرار کر لیا۔

سو بار افسوس! موجودہ جماعت اہل حدیث کے افراد علم و فہم، عقل و دانائی سے اتنی دوری اور اس قدر جہالت و کم علمی کے باوجود علماء کو گمراہ اور خود کو قرآن و حدیث کا سب سے بڑا عالم و فاضل تصور کر رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ وغیرہ جیسے قرآن و حدیث کے زبردست اماموں سے امت مسلمہ کو کاٹ کر ان کو دین کے متعلق نڈر، جری، بیباک، آزاد مزاج اور شترِ بے مہار بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں، جو بلاشبہ ضلالت و گمراہی بلکہ کفر و اِرتداد کا دروازہ ہے، جس کی بہت ساری مثالیں تاریخ کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں بلکہ اس کا اعتراف خود جماعت غیر مقلدین کے اکابرین و پیشواؤں کو بھی ہے۔ چنانچہ محمد حسین بٹالوی صاحب انکارِ تقلید کے بُرے اثرات پر اپنے درد و غم کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ......کفر و اِرتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کیلئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید (تقلید چھوڑ دینا) بڑا بھاری سبب ہے......اس گروہ (غیر مقلّدین) کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ، بحوالہ الکلام المفید: ص/۱۸۳)

اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ

ترجمہ : میرا مقصد اپنی بساط کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں (سورۂ ہود آیت ۸۸)

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ

ترجمہ : (اے اللہ) ہم کو سیدھا راستہ چلایئے ان کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے، ان لوگوں کا راستہ مت چلایئے جن پر آپ غصہ ہوئے اور نہ جو گمراہ ہوئے (سورۂ فاتحہ)

دورِ حاضر کے چند گمراہ فرقے

اور ان کی حقیقت

جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کے راستہ کے علاوہ (کسی دوسرے راستہ) پر چلے گا ہم اس کو (دنیا میں) کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور (آخرت میں) ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ (سورۂ نساء آیت ۱۱۵)

اے میرے وہ بندو، جنھوں نے اپنے اوپر (گناہ کرکے) ظلم کئے ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ، اللہ سارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ یقیناً وہ بہت معاف کرنے والے اور مہربان ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے (سورۂ زمر آیت ۵۳، ۵۴)

اِن سے بچیئے اور پوری امت کو بچائیے

اپنے دل میں دین اسلام سے محبت اور امت مسلمہ کی بھلائی کی تمنا رکھنے والے ہر شخص کیلئے یہ بات بہت ہی تکلیف دہ ہے کہ آئے دن امت مسلمہ میں ''صراط مستقیم'' اور ''سبیل المؤمنین'' سے کٹ کر اپنی الگ راہ اختیار کرنے والے گمراہ فرقوں کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ ہر فرقہ قرآن وحدیث ہی سے اپنا جنتی سرٹیفکیٹ حاصل کرنے اور صحابہ ﷺ ہی سے اپنا نسب نامہ اور جماعتی شجرہ جوڑنے کی تگ ودو میں مصروف اور اپنا مخصوص نام رکھ کر اپنے من گھڑت عقائد ومسائل کو بھی انہیں حضرات کے سرتھوپنے کی ناپاک کوششوں میں مشغول ہے۔گمراہ فرقوں کی ابتداء یوں تو صحابہ کرامؓ ہی کے زمانہ میں ہوچکی تھی لیکن عالمی سطح پر اسلامی نظام خلافت کے کمزور ہونے ،خصوصاً ہندوستان پر انگریزوں کے غلبہ کے بعد سے گمراہ فرقوں کے ''پروڈیکشن'' میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے جس کے پیچھے کچھ تو امت مسلمہ کی جہالت ونادانی، آرام طلبی ومفاد پرستی اور پھر دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ کا ''غیبی ہاتھ'' ضرور کارفرما ہے۔

نیچے ایسے چند فرقوں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے جو نام تو اسلام کا لیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ اسلام سے دور ہیں اور کم علمی کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے، آمین) تاکہ اس کتاب کو پڑھنے والے مسلمان کسی موقع پر ناواقفیت کی وجہ سے ان کی گمراہی کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔

قادیانیت (احمدی فرقہ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا کھلا اعلان ہے: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب سے آخری نبی ہیں۔ (سورہ احزاب: آیت ۴۰) اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صاف حدیث ہیکہ قیامت سے پہلے تیس جھوٹے دجّال پیدا ہوں گے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرینگے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، مجھ پر نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔(بخاری: ۱/ ۵۰۱، مسلم: ۱/ ۱۹۹، ترمذی) بخاریٔ وقت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردِ رشید مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب ''ختم نبوت'' میں قرآن کریم کی سو آیتیں اور نبی ﷺ کی دوسو حدیثیں نقل کیں جن سے آپؐ کا آخری نبی ہونا اور آپؐ پر نبوت کے سلسلہ کا ختم ہوجانا صاف معلوم ہوتا ہے۔قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور امین وصادق نبی ﷺ کی اس صاف اور صحیح حدیث کی وجہ سے صحابہ ﷺ کے زمانے سے آج تک پوری امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے کہ حضرت محمدؐ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو شخص اس کو سچا سمجھے وہ دونوں کافر ہیں۔چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے مختلف شہروں میں نبوت کا دعویٰ کیا تو تمام صحابہ ﷺ نے ان کو کافر قرار دیا اور ان سب سے جہاد کیا۔

انیسویں صدی میں جس وقت ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور ہزاروں علماءِ اسلام اور عام مسلمان، انگریزوں کو اس ملک سے نکالنے کے لئے جنگ آزادی میں مصروف تھے، اس وقت ریاست پنجاب کے ایک گاؤں قادیان میں مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے انگریزی حکومت کے اشارہ پر پہلے مُجَدِّد ہونے کا پھر مَہدِی اور مسیحِ موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہونے کا پھر نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ افسوس کہ غریب اور دین سے دور کچھ لوگوں نے غربت اور جہالت کی وجہ سے غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرلیا، جب کہ مرزا قادیانی کی سیرت، اخلاق و کردار اور زندگی کا اگر کوئی شخص مطالعہ کرے تو مرزا کو نبی کیا شریف انسان ماننا بھی مشکل ہوگا۔ مرزا غلام احمد نے اسلامی عقیدوں کی مخالفت کی، قرآن و حدیث کی کئی باتوں کا انکار کیا، اللہ کے مقدس نبیوں اور رسولوں کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کیں، ہندوؤں اور عیسائیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے بدظن اور مُتَنفِّر کردیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی ہر بات اور پیشین گوئی سچی اور حرف بحرف پوری ہوتی ہے اور وہ پاکیزہ و پسندیدہ حالت میں انتقال فرماتے ہیں، لیکن غلام احمد قادیانی کی ہر پیشین گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ ہیضہ کی بدترین بیماری میں بیت الخلاء کے اندر اس دنیا سے کوچ کیا۔ کیا ایسا شخص اللہ کا نبی یا ولی ہوسکتا ہے؟؟ قادیانی فرقہ کے لوگوں کیلئے ان خدائی فیصلوں میں بڑی عبرت و نصیحت اور دعوت غور و فکر ہے۔ اس فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور تمام مسلمان ان کو قادیانی یا مرزائی کہتے ہیں۔ قادیانی لوگ اپنے آپ کو اسلام کا پیروکار کہتے ہیں لیکن درحقیقت دین اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے بجائے 'تذکرہ' نامی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ جب یہ فرقہ وجود میں آیا تو دین کی فکر رکھنے والے برّصغیر کے علماء اور مسلمانوں نے جان و مال کی قربانیاں دے کر اس فتنہ کا مقابلہ کیا، امت مسلمہ کو اس کی گمراہی سے آگاہ کرتے رہے اور موت تک عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں مشغول رہے۔ پھر ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں حرمین، سعودی عرب اور ساری دنیا کے مشہور علماءِ اسلام جمع ہوئے اور ان سب علماء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں قادیانیوں کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ اِسی سال پاکستان کی حکومت نے بھی قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دے کر ان کے عبادت خانوں کو مسجد کہنے سے روک دیا۔

قادیانی فرقہ جس طرحِ اسلام کا دشمن ہے اسی طرح مسلمانوں اور ملک ہندوستان کا بھی غدار اور دشمن ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں قادیانیوں اور مرزا غلام احمد کے خاندان نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا، عربوں اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتے رہے۔ یہود و نصاریٰ نے جب ترکی میں اسلامی خلافتِ عثمانیہ کو ختم کردیا تو قادیانیوں نے مٹھائیاں تقسیم کیں اور آج بھی لندن اور اسرائیل میں ان کے بڑے بڑے مراکز

ہیں اور وہاں کی اسلام دشمن حکومتوں کا پورا تعاون اِس فرقہ کو حاصل ہے۔ قادیانی، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے قرآن وحدیث کا مطلب غلط بیان کرتے ہیں اور مال ودولت کا لالچ دے کر اُنکو اسلام سے دور کر رہے ہیں۔ (اس فرقہ کی تاریخ سے واقفیت کیلئے پڑھئے: قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ☆ دار العلوم دیوبند احیائے اسلام کی عظیم تحریک ☆ قادیان سے اسرائیل تک) **تنبیہ:** انٹرنیٹ پر اسلامی ناموں سے قادیانیوں، یہودیوں اور دشمنانِ اسلام کی بہت ساری ویب سائٹس ہیں جو نام سے مسلمانوں کی معلوم ہوتی ہیں۔لیکن ان کے اندر اسلام سے متعلق غلط معلومات ہیں، اُن تمام سائٹس سے چوکنار ہیں اور تمام مسلمانوں کو ان سے ہوشیار کریں۔

﴿دیندار انجمن (چن بسویشوری فرقہ)﴾

اس فرقہ کے بانی وپیشوا کا نام صدیق اور لقب چن بسویشور ہے۔انہوں نے کئی سال قادیان میں گذارے، غلام احمد قادیانی کے بیٹے بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کی اور محمد علی مرزائی سے قادیانی تفسیر پڑھی، اسکے بعد ہندوؤں کی کتابوں کی بعض باتوں کو اپنے اوپر فٹ کرتے ہوئے ہندوؤں کا اوتار چن بسویشور ہونے کا دعویٰ کیا، اسی کے ساتھ مسلمانوں پر اپنا اثر ڈالنے کیلئے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف، بُروزِ محمد، پیران پیر، مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ (نعوذ باللہ) پھر ۱۹۲۴ء میں اپنی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے حیدرآباد کے محلّہ آصف نگر میں ایک انجمن قائم کی جس کا نام دیندار انجمن رکھا۔اس انجمن کا طریقہ یہ ہیکہ عام لوگوں کے سامنے پہلے جہاد کی ترغیب، اتحاد واتفاق، غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ اور اس طرح کی اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں اور اپنے اصل عقیدوں کا اظہار نہیں کرتے۔صدیق چن بسویشور کے مذکورہ غیر اسلامی دعوے، قادیانیوں سے تعلق وبیعت اور ہندوؤں کا اورتار ہونے کا خیال ہی ان کی گمراہی کیلئے کافی ہے،لیکن مزید وضاحت کیلئے ان کے اور فرقہ دیندار انجمن کے چند غیر اسلامی عقیدے انہیں کی کتابوں کے حوالے سے لکھے جاتے ہیں۔

صدیق دیندار چن بسویشور کا خدائی کا دعویٰ: اپنے بارے میں وہ لکھتے ہیں: وہ جامع الناس، دین کا مالک، قیامت قائم کرنے والا، حشر برپا کرنے والا (یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں) تیسری دفعہ......غیر کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، یہ اللہ کا مظہر (اوتار) صدیق دیندار چن بسویشور آیا ہے۔ (دعوۃ الی اللہ ص:۲) اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں: ''حدیث رؤیت اللہ میں آیا ہے کہ اللہ محشر کرنے آئے گا وہ غیر کی صورت میں رہے گا۔اس سے مراد یہ کہ اللہ غیر مسلم کے نام ولباس سے آئے گا یعنی چن بسویشور کے نام سے آئے گا''۔ آگے صفحہ: ۹۴ پر تحریر کرتے ہیں: جن لوگوں نے نبیوں کو نہیں دیکھا وہ آئے یہاں دیکھے...... یہاں (خانقاہ آصف نگر، حیدرآباد میں) سب سے بڑی نعمت خدا کا دیدار ہے''۔

تمام نبیوں سے افضل ہونے کا دعویٰ: ایک کتاب میں وہ اپنے آپ کو بُروزِ محمد قرار دیتے ہیں پھر بُروزِ محمد یعنی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: ''بُروزِ محمد ہے نبیوں کا حاکم، ہے مظہر خدا کا، قرآن کا ہے عالم، ہے قاضی محشر کوثر کا قاسم'' (مہر نبوت: ۴۳) صفحہ ۴۴ میں انبیاء کرام علیہم السلام پر اپنی برتری جتاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہی وقت اجتماعِ انبیاء کا ہوگا جب کلِ انبیاء جمع رہیں گے ان پر حاکم ایک امتی فنافی الرسول ہوگا جو بُروزِ محمد کہلائے گا''۔

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ: چن بسویشور، حضور اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضور ﷺ نے جو تاریخ پیدائش میری بتائی ہے اور حالات بتائے ہیں وہی اولیائے دکن نے بتائے ہیں۔ (خادمِ خاتم النبیین: ۱۶) حالانکہ کسی ضعیف بلکہ موضوع حدیث میں بھی ان کی تاریخِ پیدائش تو کیا معمولی نام تک کہیں موجود نہیں ہے، نہ دنیا کے کسی مسلمان ولی نے کبھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

نوٹ: حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: جو شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (بخاری: ۲۱/۱)

قرآن کی غلط تفسیر: جماعت دیندار انجمن کے افراد، اپنے غلط خیالات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے اللہ کی کتاب قرآن مجید کی آیات کی بالکل غلط تفسیر بیان کرتے اور اس کے معنی و مطلب میں تحریف و تبدیلی کر دیتے ہیں۔ انتہائی کمزور و ضعیف روایتوں اور بزرگوں کی باتوں کا غلط مطلب بتا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جیسا کہ انکی کتاب شمس الضحیٰ اور معراج المؤمنین کے مطالعہ اور زبانی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے۔

دیندار انجمن کے افراد بظاہر یہی کہتے ہیں کہ قادیانیوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور ختمِ نبوت پر وہ ایمان رکھتے ہیں، لیکن ان کی یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ چن بسویشور خود لکھتے ہیں: میں فوراً سیدھا ہوگیا اور کہا دوات قلم لے آؤ میں ابھی لکھ دیتا ہوں ہزار دفعہ لکھ دیتا ہوں کہ میں پکا قادیانی ہوں اور کاغذ لے کر ذیل کی تحریر لکھدی ''صدیق دیندار پکا احمدی (قادیانی) ہے (خادم خاتم النبیین: ص/۲۹) یہ حضرات آصف نگر حیدر آباد کی خانقاہ میں تقریباً دو سو نبیوں کے ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ (شمس الضحیٰ) اس سے معلوم ہوا کہ حقیقتاً یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ فرقہ قرآن و حدیث، صحابہ کرامؓ اور پوری امت کے متفقہ عقیدوں کے برخلاف اولیاء اللہ کو نبیوں سے افضل قرار دیتا ہے اور ہندوؤں کی طرح آواگون نیز اللہ تعالیٰ کے انسانی شکل و صورت میں ظاہر ہونے کا خطرناک کفریہ و شرکیہ عقیدہ بھی رکھتا ہے۔

اس فرقہ کے تفصیلی حالات و عقیدے معلوم کرنے کیلئے مطالعہ کیجئے: ''سری چین بسویشور، اپنی تحریرات اور نظریات کے آئینہ میں''
☆ دیندار بے نقاب۔ یہ کتاب دیندار انجمن ہی کے ایک مبلغ نے توبہ کرکے اسلام قبول کرنے کے بعد لکھی ہے۔

منکرینِ حدیث (اہلِ قرآن)

ہر مسلمان کا یہ مضبوط عقیدہ اور پختہ ایمان ہے کہ اسلام اللہ کا آخری دین ہے جو قیامت تک اپنی اصلی حالت میں بغیر تبدیلی کے باقی رہے گا، دین اسلام کی اصل بنیاد دو چیزوں پر ہے (۱) اللہ کی کتاب قرآن (۲) رسول اللہ ﷺ کی احادیث۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی طرح حدیثوں کو بھی قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا، اگر قرآن کے ساتھ احادیث کی حفاظت نہ کی جاتی تو دین اسلام کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا اور خود قرآن پر عمل کرنا اور اس کو سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا، مثلاً: سورۂ احزاب آیت ۲۱ میں حضور اکرم ﷺ کی زندگی کو قیامت تک کے تمام انسانوں کیلئے بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے، اور آپ ﷺ کی مبارک زندگی ہمیں صرف حدیثوں کے ذریعہ ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار آیتیں ہیں جن کو سمجھنے اور عمل کرنے کیلئے حدیث کا ہونا ضروری ہے۔

اسی بنا پر صحابہؓ کے زمانہ سے آج تک پوری امت مسلمہ کا یہ فیصلہ رہا ہے کہ جو شخص قرآن کو مانے لیکن رسول ﷺ کی حدیثوں کو نہ مانے اور موجودہ تمام احادیث کو غیر محفوظ اور ناقابل عمل سمجھے وہ گمراہ اور حق راستہ سے ہٹا ہوا ہے (معارف الحدیث: ۱/۲۴) ہندوستان پر انگریزوں کے دور حکومت میں مسلمانوں کے اندر ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو نبی ﷺ کی احادیث کو قابل عمل نہیں مانتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ حدیثیں حضور ﷺ کی وفات کے دو سو سال بعد لکھی گئیں تو ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ صحیح بات یہ ہیکہ بہت ساری حدیثیں حضور ﷺ ہی کے زمانہ میں لکھ لی گئی تھیں۔ صحابہ ؓ نے حضورؐ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا اور آپؐ سے جو بھی سنا اس کو محفوظ رکھا اور اپنے شاگردوں کو بتایا، تابعینؒ نے ان حدیثوں کو یاد رکھا اور تبعِ تابعین کو سکھایا، یہاں تک کہ امام احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ وغیرہ محدثین کرامؒ کا زمانہ آیا جنھوں نے نبیؐ کی تمام حدیثوں کو مختلف کتابوں میں جمع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب حضرات کو تیز ذہن اور نہایت قوی حافظہ عطا کیا تھا انہوں نے ایک ایک حدیث کی تحقیق کر کے بتا دیا کہ وہ صحیح ہے یا غلط، سچی ہے یا جھوٹی، اس طرح قرآن مجید کے بعد پوری صحت اور حفاظت کے ساتھ بہت ہی قابلِ اعتماد طریقے سے یہ احادیث ہم تک پہنچیں (تفصیل کیلئے پڑھئے: حدیث اور فہم حدیث ☆ آثار الحدیث)

اس فرقہ کی یہ ظالمانہ پالیسی بھی بڑی حیرتناک ہے کہ وہ رسول ﷺ کی صحیح ترین احادیث کا بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں لیکن اگر اُن کے مطلب کی کوئی کمزور روایت بھی مل جاتی ہے تو فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

اس فرقہ کی بے شمار خطرناک گمراہیوں کی سب سے بڑی وجہ اُن کا یہ من گھڑت خیال ہے کہ قرآن مجید ایک جامع اور آسان کتاب ہے، اسکے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز حتی کہ نبی اور رسول کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر قرآن کو سمجھنے کیلئے احادیث کو ضروری قرار دیا جائے تو اس سے قرآن کا ناقص ہونا لازم آتا ہے!! اہل قرآن فرقہ کے اس احمقانہ

خیال اور قرآن کے ساتھ ان کی نادان عقیدت و دوستی کے جواب میں خود قرآن کریم کی یہ آیات پیش کر دینا کافی ہے:

وَأَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴)	ہم نے آپ ﷺ کی طرف قرآن کو اتارا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اس قرآن کے معنی و مطلب کھول کھول کر بتا دیں
هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ (الجمعہ: ۲)	وہی اللہ ہے جس نے ناخواندہ (اَن پڑھ) لوگوں کے اندر اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت (قرآن اور احادیث) کی تعلیم دیتے ہیں۔

منکرین حدیث کے اس گمراہ خیال کی تفصیل کے ساتھ تردید کرتے ہوئے محدّث عظیم مولانا بدر عالم میرٹھیؒ تحریر فرماتے ہیں: اگر احادیث کی یہ تفصیلات بھی ہمارے سامنے نہ ہوتیں تو خدا ہی جانے عقول انسانیہ کتاب اللہ کا نقشہ صرف اپنے ذہن سے کیا بنا ڈالتیں...... قرآن کی جامعیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ اس کے بعد اب تفصیل و تشریح میں جانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی یا وہ اتنا واضح ہے کہ اس کیلئے کسی مُعلّمِ و مُفسِّر کی حاجت نہیں ہوتی...... احادیث نبویہ قرآن کی جامعیت کا بہت بڑا ثبوت ہیں نہ کہ اس کے مخالف...... آیت بالا میں لفظ 'للناس' سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اگر چہ خود بیان سہی لیکن ہر شخص اس بیان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس قصور (کمی) کی وجہ سے اس بیان کو اور واضح کرنے کیلئے رسول بھیجا جاتا ہے پس یہ احتیاج (ضرورت) قرآن کے قصورِ بیان کی وجہ سے نہیں بلکہ لوگوں کے قصورِ فہم کی وجہ سے ہے (ترجمان السنۃ: ۱/۱۰۳)

نیز یہ فرقہ قبر کے عذاب، مُردوں کو ایصالِ ثواب، کلام اللہ کے ذریعہ بیماریوں سے شفا ملنے، جادو کے موجود ہونے اور دوسرے اہم و بنیادی عقیدوں کا بھی انکار کرتا ہے جبکہ یہ چیزیں کتاب و سنت کے قوی دلائل سے ثابت ہیں، مثلاً: قرآن مجید میں ہے: فرعون اور اس کی قوم کو (قبر میں) روزانہ صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (مومن: ۴۶) حضور اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے (بخاری: ۱/۹۴۲) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا، انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں اپنی والدہ کے نام سے کچھ صدقہ کروں تو ان کو ثواب پہنچے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کی طرف سے صدقہ کرو، سعد رضی اللہ عنہ نے والدہ کے ثواب کیلئے اپنا باغ خیرات کر دیا (بخاری: ۱/۳۸۶) نبی رحمت ﷺ نے ایک دُنبہ کی قربانی دی اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو میری، میری اولاد اور امت کی طرف سے قبول فرمائیے (یعنی اس کا ثواب مجھکو، میری اولاد اور امت کو عطا فرمائیے)۔ (مسلم: ۲/۱۵۶) رسول اللہ ﷺ ہر رات سونے سے پہلے، اسی طرح ہر تکلیف کے وقت سورۂ اخلاص،

فلق اور ناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لیتے تھے۔ (بخاری: ۲/۷۵۰، ابوداؤد) ایک قبیلہ کے سردار کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا، ایک صحابیؓ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دَم کیا جس سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ (بخاری: ۲/۷۴۹) ان کے علاوہ اور بھی کئی صحیح حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عذابِ قبر، قرآن سے شفاء کا حصول برحق ہے اور نیک اعمال کا ثواب ہر مرنے والے اہل ایمان کو پہونچایا جاسکتا ہے۔

اس فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں اور اہل سنت مسلمان انکو منکرینِ حدیث (حدیث کا انکار کرنے والے) کا نام دیتے ہیں، حدیث سے انکار کے نتیجے میں یہ فرقہ بہت ساری گمراہیوں کا شکار ہو کر قرآن سے بھی دور ہو گیا۔ یہ فرقہ اسلام کا بدترین دشمن اور امت مسلمہ کے لئے سب سے زیادہ نقصاندہ ہے، کیونکہ یہ قرآن کے نام پر گمراہی پھیلا رہا ہے۔ اس فرقہ کے خیالات سارے نبیوں، تمام صحابہ اور پوری امت کے عقائد کے خلاف کفر و الحاد کا مجموعہ ہیں اور ان کے تمام دلائل سراسر دھوکہ و فریب، بودے کمزور اور حقیقت و سچائی سے بہت دور ہیں۔ اسی بناء پر پوری امت مسلمہ نے اس فرقہ کو کافر اور اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ لکھتے ہیں: اہلِ قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں...... یہ لوگ اسلام سے خارج (ہٹے ہوئے) ہیں، ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا...... درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۴۰)

فرقۂ مہدویہ (مہدی پٹھان)

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے قیامت کی بہت ساری نشانیاں بیان فرمائی ہیں، انہی میں سے ایک بے حد اہم اور بہت مشہور نشانی حضرت مہدیؒ کا ظاہر ہونا بھی ہے۔ آپؒ کے ہاتھ پر ساری دنیا سے کفر و شرک اور بدامنی کا خاتمہ ہوگا اور ہر جگہ اسلام اور امن وامان کا غلبہ ہوگا۔ حضرت مہدیؒ کی اسی خاص اہمیت کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ نے ان کی صفات اور علامات بھی امت مسلمہ کو صاف الفاظ میں بتادیئے تاکہ وہ کسی غلط آدمی کو مہدی نہ سمجھ لیں۔ جس شخص کے اندر نبی رحمت ﷺ کی بتائی ہوئی یہ علامات ہوں گی وہی حضرت مہدیؒ ہوں گے، ان کے علاوہ کسی اور شخص کو مہدی سمجھنا خطرناک ضلالت و گمراہی ہے۔

حضرت مہدیؒ پیارے نبی ﷺ کے مقدس شہر مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوں گے (ابوداؤد) آپؒ سید ہوں گے اور حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے ہوں گے (حاکم، ابوداؤد) آپؒ کا نام محمد اور آپکے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد) آپؒ بلند ناک، کشادہ پیشانی اور روشن چہرے والے ہوں گے۔ (حاکم، ابوداؤد) حضرت مہدیؒ کے ظاہر ہونے سے پہلے ترکی کے مسلمان بادشاہ اور عیسائیوں کے درمیان لڑائی ہوگی۔ (ابوداؤد) جب حضرت مہدیؒ کی عمر چالیس سال ہوگی اس وقت مدینہ منورہ کے خلیفہ کی وفات ہوجائے گی اور

مسلمانوں میں نئے خلیفہ کے معاملہ میں اختلاف ہوگا، حضرت مہدیؒ اُس وقت مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیں گے تا کہ لوگ ان کو خلافت کے لئے مجبور نہ کریں، لیکن مکہ مکرمہ میں علماء وصلحاء آپؒ کو پہچان لیں گے اور ایک دن کعبۃ اللہ کے صحن میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہاں موجود تمام مسلمان آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یہ خبر عام ہوگی تو ملک شام کی طرف سے آپؒ سے لڑنے کے لئے ایک فوج چلے گی، لیکن جب یہ فوج بیداء نامی مقام تک پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ اس کو زمین میں دھنسا دیں گے، پھر ایک سفیانی شخص سے حضرت مہدیؒ کی لڑائی ہوگی جس میں سفیانی کو بدترین شکست ہوگی۔ اس کے بعد پوری دنیا کے مسلمان حضرت مہدیؒ کے پاس آئیں گے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، حضرت مہدیؒ ترکی پر حملہ کریں گے اور پھر ملک شام کی طرف آئیں گے، اسی دوران دجال نکلے گا، اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، جب دجال نکلے گا تو اس وقت پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ حضرت مہدیؒ ملک شام کے دارالحکومت دمشق میں ٹھہرے ہوئے ہوں گے اور دجال سے لڑائی کیلئے تیار ہو جائیں گے، فجر کی نماز کا وقت ہوگا اور نماز کیلئے اقامت ہو چکی ہوگی کہ آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر اتریں گے، نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ بابِ لُد کے پاس اس کو قتل کر دیں گے اور مسلمان یہودیوں پر ٹوٹ پڑیں گے، تمام یہودی اس دن قتل کر دیئے جائیں گے، عیسائی مسلمان ہو جائیں گے، ساری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہوگی، صلیب اور سوّر کو ختم کر دیا جائے گا۔ حضرت مہدیؒ خوب سخاوت فرمائیں گے پھر سات سال یا نو سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پا جائیں گے، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس کے بعد وفات پائیں گے اور حضور پاک ﷺ کی قبر اطہر کے پاس دفن کئے جائیں گے۔

حضرت مہدیؒ کی یہ تفصیلات صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور پوری امت مسلمہ کا ان پر اتفاق ہے۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدیؒ الگ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ ہیں۔ جس حدیث میں دونوں کو ایک قرار دیا گیا ہے وہ جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ اسی طرح دجال ایک شخصیت ہے، کوئی تنظیم یا سٹیلائیٹ وغیرہ کا نام ہرگز نہیں ہے، جیسا کہ بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے۔

چونکہ امت مسلمہ میں حضرت مہدیؒ کی ذات کو بے انتہاء عظمت و مقام حاصل ہے اسی لئے مال و دولت کے لالچی اور حکومت و اقتدار کے حریص بہت سارے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور کم علم لوگوں کے سامنے حدیثوں کے بالکل غلط مطلب پیش کئے۔ یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت مہدیؒ کبھی بھی نہ اپنے

مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کریں گے، نہ اعلان فرمائیں گے بلکہ نیک لوگ خود ان کو پہچان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، مہدیؑ کے ہاتھ پر سب سے پہلی بیعت مسجد حرام میں حجر اسود کے پاس علی الاعلان کی جائے گی۔

ہمارے زمانہ میں پایا جانے والا مہدوی فرقہ بھی انہی گمراہ فرقوں میں ہے جو دین اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس فرقہ کا یہ غلط عقیدہ ہے کہ آج سے پانچ سو سال پہلے پیدا ہونے والے سید محمد جونپوری جو ہندوستان کے شہر جونپور میں پیدا ہوئے، جن کے والد کا نام یوسف اور والدہ کا نام آغا ملک تھا اور ۹۱۰ھ میں افغانستان کے ایک علاقہ میں ان کا انتقال ہوگیا، وہی حضرت مہدی ہیں۔ حالانکہ نہ کسی نے حجر اسود کے پاس ان سے بیعت کی نہ ان کے زمانہ میں دجال نکلا نہ کوئی دوسری علامت ان کے اندر موجود تھی۔ مہدوی فرقہ کے تمام لوگ قرآن وحدیث کے بجائے سید محمد جونپوری کی باتوں کو مانتے ہیں اور ان کو تمام نبیوں رسولوں سے افضل اور حضور اقدس ﷺ کے برابر قرار دیتے ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سارے غیر اسلامی اور کفریہ عقیدے رکھتے ہیں۔ اسی بنیاد پر پوری امت مسلمہ نے پہلے ہی دن سے اِس فرقہ کو گمراہ قرار دیا۔ اُسی زمانہ کے مکہ مکرمہ کے علماء سے فتویٰ طلب کیا گیا تو مکہ کے تمام علماء نے بھی اس فرقہ کو کافر قرار دیا تھا۔ (اس فرقہ کی مزید تفصیلات کیلئے پڑھئے: تاریخ دعوت وعزیمت: جلد چہارم ☆ حضرت مہدی، شخصیت اور حقیقت)

شیعہ (رافضی فرقہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: دو قسم کے آدمی میرے بارے میں ہلاک اور گمراہ ہوں گے، ایک وہ جو میری محبت میں حد سے آگے بڑھ کر میرے متعلق ایسی باتیں کہنے لگے گا جو مجھ میں نہیں ہیں، دوسرا وہ جو میری دشمنی میں مجھ پر جھوٹے الزامات لگائے گا (مشکوۃ: ص/۵۶۵) علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں ہلاک ہونے والا فرقہ "خوَارِج" کا تھا اور آپؓ کی محبت میں گمراہ ہونے والا فرقہ 'شیعہ' کے نام سے مشہور ہے۔ شیعہ فرقہ کا آغاز اسطرح ہوا کہ حضور ﷺ، ابوبکرؓ وعمرؓ کے دور میں اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت وقوت اور ترقی سے یہودی اور عیسائی بے حد پریشان وخوفزدہ تھے۔ کئی سال کے تجربوں اور جنگوں کے بعد جب انکو یقین ہوگیا کہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینا ناممکن ہے تو دینِ اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کیلئے انہوں نے یہ خطرناک منصوبہ بنایا کہ مسلمانوں کے اندر قرآن وحدیث کے خلاف غلط باتیں، عقیدے اور رسم ورواج پھیلا کر انکو مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بانٹ دیا جائے۔ چنانچہ اِس ناپاک منصوبہ کو پورا کرنے کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں چند یہودی اور عیسائی بظاہر مسلمان ہوگئے اور مسلمانوں میں گھس کر اہلِ بیت (نبیؐ کے گھر والے) خصوصاً علیؓ کی محبت اور فضیلت میں جھوٹے واقعات اور حدیثیں پھیلانے لگے۔ عبداللہ بن سَبا نامی یہودی شخص

جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اس کام میں سب سے آگے تھا۔ یہ شخص مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے دور علاقوں میں رہنے والے کم علم مسلمانوں سے ملتا اور انکے سامنے علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے جھوٹے قصے بیان کرتا، وہ لوگ کم علمی کی وجہ سے اسکی گمراہ باتوں کو ہی صحیح اسلام سمجھنے لگے اور اُس کے ساتھ ہو گئے۔ ابن سبا نے قرآن و حدیث کے خلاف بہت سی باتیں ان لوگوں میں پھیلا دیں جس کے نتیجہ میں یہ لوگ تمام مسلمانوں سے الگ اور اسلام سے بہت دور ہو گئے، اس طرح شیعہ فرقہ وجود میں آیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعوں نے حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والے اسلام کے مقابلہ میں اپنا مستقل الگ مذہب تیار کیا ہے۔ (مکتوباتِ امام ربانی) مفتی محمد رکن الدین صاحب لکھتے ہیں: یہ تمام رافضی حنفیوں کے پاس کافر اور مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے احکام ہمارے پاس مرتدوں کے احکام ہیں (فتاویٰ نظامیہ: ص/۱۵۹)

شیعوں کے نزدیک جیسا نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا فرض ہے ویسا ہی بارہ اماموں کو ماننا بھی فرض ہے۔ ان کا دوسرا خطرناک عقیدہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اہلِ بیتؓ کو چھوڑ کر سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام سے ہٹ گئے (نعوذ باللہ) خصوصاً حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے وہ بے حد بغض ودشمنی رکھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے بے شمار جگہوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان فرمائی، ان کو اور ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی (توبہ: آیت/۱۰۰) صحابہ رضی اللہ عنہم پوری امت میں سب سے زیادہ کتاب وسنت کو جاننے والے، ان کو صحیح سمجھنے والے اور ان پر عمل کرنے والے تھے، اللہ سے ڈرنے والے اور نبی رحمت ﷺ سے بے حد محبت کرنے والے تھے۔ اسی وجہ سے تمام اہلِ سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں، ان سے محبت رکھنا اور ان کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرنا اور ان پر ہر طرح کے اعتراض وتنقید سے بچنا واجب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا صرف وہ فرقہ جنت میں جائیگا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے راستہ پر چلے گا۔ (ترمذی: ۲/۹۳) (تفصیل کیلئے پڑھیئے: مقامِ صحابہ)

عقائد کی طرح قرآن وحدیث کے خلاف شیعوں کے بہت سارے مخصوص اعمال بھی ہیں مثلاً: ماہِ محرم میں کالے کپڑے پہننا، اس مہینے میں کوئی خوشی کا کام نہ کرنا، عاشورہ کے دن ماتم کرنا، عَلَم اٹھانا، شربت پلانا، رجب کے کونڈے کرنا، سفر میں جاتے وقت امام ضامن باندھنا، یا علی مدد کہنا وغیرہ۔ اہل سنت والجماعت مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان جیسے تمام شیعی رسموں اور طریقوں سے پرہیز کریں۔ کھوجے (خُوجے) بوہرے اور اسماعیلی بھی شیعوں کے فرقے ہیں۔ شیعہ مذہب کی تفصیلات کیلئے دیکھئے: ہدیۂ مجیدیہ، اسلام اور شیعہ مذہب، آیات بیّنات۔

﴿ مُلْحِدِیْنْ .... زِنْدِیْقِیْنْ ﴾

امت مسلمہ کے اندر ایک گروہ ایسا بھی پایا جاتا ہے جو قرآن وحدیث کے نام پر یا اُنکا نام لئے بغیر اسلام کی مضبوط اور محفوظ بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی خطرناک کوششوں میں مصروف ہے۔ اُنکو مُلحِدین یا زندیقین یا اہلِ اِلحَاد کہا جاتا ہے۔ یہ کسی خاص فرقہ کا نام نہیں ہے بلکہ ملحد اور زندیق اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث یا شریعت کے کسی حکم کی ایسی تشریح اور تاویل کریں جو قرآن وحدیث اور امت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔ اس عمل کو اِلحاد کہا جاتا ہے۔ الحاد زبردست کفر اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اللہ ﷻ اور رسول ﷺ نے پوری امت کو ملحدین سے بچنے کا حکم دیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھا پن اختیار کرتے ہیں (یعنی اس کی الٹی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں) وہ لوگ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں (حٰمٓ السجدہ: ۴۰)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: اِلحَاد ایسے اِنحِراف (دین سے ہٹ جانے) کو کہتے ہیں کہ ظاہر میں تو قرآن اور اسکی آیات پر ایمان وتصدیق کا دعویٰ کرے مگر اُنکے معانی اپنے طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن وسنت کی نصوص اور جمہور (اکثر) امت کے خلاف ہوں اور جس سے قرآن کا مقصد ہی اُلٹ جائے... آیتِ مذکورہ نے صراحۃً یہ بتلادیا کہ آیات قرآنی سے انکار وانحراف صاف اور کھلے لفظوں میں ہو یا معانی میں تاویلاتِ باطلہ کر کے قرآن کے احکام کو بدلنے کی فکر کرے یہ سب کفر وضلال ہے۔ (معارف القرآن: ۶۵۶/۷)

نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: آخری زمانہ میں تمہارے پاس کئی مکّار اور جھوٹے لوگ ایسی باتیں لے کر آئیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے بھی نہیں سنی ہوگی۔ تم ان سے بچتے رہنا کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰/۱) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے جلیل القدر محدّث، محققِ اسلام حضرت ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو لوگوں سے یہ کہے گی کہ ہم مشائخین ہیں، ہم تم کو دین کی طرف بلاتے ہیں، لیکن وہ لوگ اپنی بات میں جھوٹے ہوں گے۔ جھوٹی باتیں بتائیں گے، باطل اور غلط عقیدے پیدا کریں گے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳۵۶/۱)

ہمارے دور میں ایسے مُلحِدین کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، مثلاً: کچھ لوگ صرف دل سے نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نماز کی اِس ظاہری شکل کو جس پر حضورؐ کے مبارک زمانہ سے آج تک ساری امت عمل کرتی آرہی ہے دکھاوا اور ریاکاری کہتے ہوئے اس کا سختی سے انکار کرتے ہیں۔ کچھ لوگ بقرعید کے دن قربانی کرنے کو روپیوں کی بربادی قرار دیتے ہوئے ان روپیوں کو کسی دوسرے کام میں لگانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کچھ لوگ حضور اقدسؐ اور اولیاء اللہ کی محبت میں اس قدر غلو اور زیادتی سے کام لیتے ہیں کہ اُنکی تعریف میں قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کا

مطلب بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ غلط سلط، بے سند جھوٹے واقعات پر یقین کرتے ہوئے حقیقی اہل سنت والجماعت کے عقیدوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ طریقت و معرفت کی آڑ میں اور تصوف کے نام پر شریعت اسلامی کا مذاق اڑانے اور اس کی اہمیت کو ختم کرنے یا کم کرنے کے خطرناک جُرم میں مبتلا ہیں۔ کچھ حضرات موجودہ فلمی انداز کے شہوانی ناچ ورقص اور میوزک کو بخاری شریف کی حدیث سے توڑ موڑ کر ثابت کرتے ہوئے اور وَجدُ وحال کے نام پر اس کو جائز قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت پر انتہائی گندہ الزام لگا رہے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ قرآن کریم کی صرف وہی تفسیر صحیح ہے جو اُن کے صوفی اور فقیر حضرات کرتے ہیں اس کے خلاف محدثینؒ و مفسرینؒ نے جو تفسیر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بعض لوگ اپنے مُرشد کے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ اُن کو نماز روزہ وغیرہ کسی بھی عبادت کی ضرورت نہیں ہے اور ہم چاہے کیسے بھی اعمال کریں ہمارے پیر صاحب ہم کو جنت میں داخل کرا دینگے۔

کچھ لوگ اسلام کے احکام اور قرآن وحدیث کے واقعات وغیرہ کو اپنی عقل یا سائنس کی ترازو میں تولتے ہیں۔ جو حکم ان کی عقل میں آتا ہے اس کو مان لیتے ہیں اور جو بات ان کی عقل میں نہیں آتی یا سائنس کے خلاف ان کو نظر آتی ہے تو اس آیت کریمہ یا حدیث شریف کا انکار کر دیتے ہیں یا پھر ان کی الٹی سیدھی، غلط سلط تاویلات کرنے لگتے ہیں۔ بعض لوگ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ دین اسلام کو موجودہ ترقی یافتہ حالات کے مطابق کچھ تبدیل کیا جائے تاکہ مسلمان دوسری قوموں کی طرح آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے متاثر اور امریکہ ویورپ کے کھوکھلے کلچر سے مرعوب یہ حضرات، تقوی وطہارت اور اتباعِ سنت والے پاکیزہ اسلام کے بجائے ماڈرن اسلام کے زیادہ دلدادہ ہوتے ہیں اور اعتدال پسند اسلام کے نام سے ایک نیا دین ایجاد کرنے کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں پر عمل تو کیا کرتے اُن کا مذاق اڑاتے دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ ساری امتِ مسلمہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت کے کسی ضروری حکم پر عمل نہ کرے تو وہ گنہگار ہے مگر کافر نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص اسلام کے کسی چھوٹے سے حکم یا سنتِ رسولؐ کا مذاق اڑائے اور اس کو حقیر سمجھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بے شمار عقیدے ہیں۔

فقیہِ عالَم، نمونۂ اسلاف مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: قدیم زمانے میں مُلحِدوں کا ایک فرقہ ''بَاطِنِیَّہ'' کے نام سے گذرا ہے جس کا دعویٰ یہ تھا کہ قرآن کریم سے ظاہری طور پر جو مطلب سمجھ میں آتا ہے حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے بلکہ ہر لفظ سے ایک باطنی (چھپے ہوئے) مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور وہی قرآن کی اصل تفسیر ہے، یہ عقیدہ بِاِجمَاعِ اُمّت کفر والحاد ہے۔ (علوم القرآن: ص ۳۵۶)

﴿جماعت المسلمین (مسعودی فرقہ)﴾

تقریباً چالیس سال قبل ۱۳۹۵ھ یا اس سے کچھ پہلے کراچی پاکستان میں مسعود احمد نامی ایک شخص نے اس جماعت کی بنیاد رکھی۔ مسعود صاحب ایک انگریزی کالج سے ''بی ایس سی'' تک تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے، کسی بھی قابل اعتماد دینی مدرسہ سے انہوں نے تعلیم حاصل نہیں کی، نہ کسی معتبر عالم دین سے استفادہ کیا۔ یہ صاحب پہلے جماعتِ اہلحدیث کے ایک فرقہ ''غرباء اہلحدیث'' کے رکن تھے، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد صرف قرآن اور صحیح احادیث ہی کو ماننے والی اور اقوال رجال وتقلید کی سخت مخالف جماعت ''غرباء اہلحدیث'' بھی مسعود صاحب کو اچانک گمراہ اور غیر مسلم نظر آنے لگی تو اس سے علاحدہ ہوکر ''جماعت المسلمین'' کے نام سے اپنی الگ جماعت بنالی اور اس کے خود امیر بن گئے، جب ان کی جماعت کی کچھ تعداد بڑھی اور تحقیق کے نام پر تقلید کرنے والے کچھ ناسمجھ افراد ساتھ ہوگئے تو یہ سنگین دعویٰ شروع کردیا کہ اس وقت میری بنائی ہوئی جماعت ہی مسلمانوں کی جماعت ہے۔ لہٰذا ساری دنیا کے مسلمانوں پر مجھ کو اپنا امیر وامام تسلیم کرنا اور تمام جماعتوں سے الگ ہوکر میری ''جماعت المسلمین'' میں شریک ہونا فرض ہے، جو میرے ہاتھ پر بیعت نہ کرے اور مجھ کو اپنا سردار نہ مانے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ مسعود اور ان کی خود ساختہ جماعت المسلمین کے دعوے کے مطابق پوری دنیا میں صرف وہی دین اسلام کو ماننے والے ہیں، اور حق دین صرف وہی ہے جو جماعت المسلمین کے افراد پیش کریں، اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سراسر باطل، گمراہی اور کفر ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تقریباً ہر کتاب کے آخر میں جماعت المسلمین کے امتیازی اوصاف کے تحت لکھتے ہیں: ''جماعت المسلمین دین اسلام کے نام سے جو کچھ پیش کرتی ہے اس کا انکار کفر ہے، جماعت المسلمین کو چھوڑنا بلکہ مخالفت بھی کرنا اسلام کو چھوڑنا اور جاہلیت کی موت کو دعوت دینا ہے''۔ ایک کتاب میں لکھتے ہیں: جماعت المسلمین بانگ دہل کہتی ہے کہ جنتی فرقہ ''الجماعۃ'' یعنی جماعت المسلمین ہی ہے۔ (فرقوں میں جماعت کی پہچان: ص ۱۱)

ان جملوں کا صاف مطلب یہ ہوا کہ امت مسلمہ میں کسی شخص کو بھی جناب مسعود یا جماعت المسلمین کے کسی بھی امیر کے بتائے ہوئے مسئلہ کے خلاف عمل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، ورنہ وہ کافر و مرتد ہوجائے گا۔ اور مسعود صاحب کی حیات میں انکے ہاتھ پر بیعت کرنے والی چھوٹی سی ٹکڑی کے علاوہ مسجد حرام و مسجد نبوی کے امام، مؤذن، مصلیان اور عرب وعجم کے تمام حفاظ وعلماء اور پوری امت کافر اور دوزخی تھی اور وہ سب جاہلیت کی موت مرے!!! اس فرقے کے افراد ذرا سوچیں کہ یہ کس قدر سنگین دعویٰ ہے اور قرآن وحدیث کی کیسی واضح مخالفت اور پوری امت کی کتنی کھلی تکفیر ہے۔ (العیاذ باللہ من ھذا الافتراء)

مسعود صاحب اور جماعت المسلمین کے افراد کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن وصحیح حدیث کو مانتے ہیں۔ وہ اماموں کی تقلید کو شرک، تمام مقلدین کو کافر ومشرک اور قیاس واجتہاد، فقہ اور فتوؤں کو حرام، بدعت، کفرو شرک اور خلاف اسلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امیرِ جماعت المسلمین ایک شخص کے سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں: ''خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے، حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود آپ مسلم نہیں، اسلئے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں، کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا ہے، اس کو واجب قرار دیا ہے، اس لئے آپ شرک کے مرتکب ہیں (تلاش حق: ۱۴۱) اس جواب کا صاف مطلب یہ نکلا کہ بارہ سو سال سے امت کے وہ بے شمار معتبر مفسرین، محدثین، علماء واولیاء اللہ، شہداء ومجاہدینِ اسلام جن کا ذکر تاریخ کی معتبر کتابوں ''طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنابلہ، البدایہ والنہایہ'' وغیرہ میں ان کے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونے کی صراحت کے ساتھ موجود ہے، مسعود صاحب اور جماعت المسلمین کے نزدیک وہ سب مشرک ہیں۔ نیز ابتداء اسلام سے مسعود صاحب کے دعویٰ امیری تک پوری دنیا ''مسلم'' کا مطلب سمجھتی تھی ''مذہب اسلام کو ماننے والا'' مگر بانیٔ جماعت نے مسلم کے ایک نئے معنی دریافت کئے، جیسا کہ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ سے ہیں''۔ (تلاش حق: ص ۴۱/۱) ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ مسعود صاحب اوران کے معتقدین چاروں اماموں کے مقلدین کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر گمراہ فرقہ قرآن وحدیث ہی کا نام لیکر اٹھتا ہے، پہلے قرآن یا حدیث میں سے کوئی خوشنما نام ڈھونڈ کر صرف اور صرف اپنے آپ ہی کو اس کا حقیقی مصداق اور مکمل حقدار باور کرتا اور کرواتا ہے، پھر عام مسلمانوں کو علماء حق سے کاٹتا ہے، اسکے بعد ان کے سامنے پُرفریب انداز میں قرآن وحدیث کی من مانی تشریح کرتا ہے اور بے چارے عام مسلمان کم علمی اور علماء حق سے دوری کے سبب اس کو حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اگر ٹھنڈے دل اور حق پسندی کے ساتھ غور کیا جائے تو یہی حال جماعت المسلمین کا بھی ہے، جو ان کی تقریروں اور کتابوں سے واضح ہوتا ہے۔ امیر مسعود اور جماعت المسلمین کے افراد اپنے حق پر ہونے اور باقی پوری امت کو گمراہ اور غیر مسلم ثابت کرنے کیلئے عموماً دو دلیلیں پیش کرتے ہیں:

(۱) پہلی دلیل: یہ حدیث شریف ہے: قلت: فما تأمرني ان ادركني ذلك، قال: تلزم جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ، قلت: فان لم يكن لهم جَمَاعَةٌ وَلاإِمَامٌ؟ قال فاعتزل تلك الفرق كلهاولوان تعض باصل شجرة حتى يدركك الموت وانت على ذلك، حضرت حذیفہؓ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: اگر میں وہ (فتنہ وفساد اور گمراہیوں کا) زمانہ پاؤں تو آپ ﷺ مجھ کو کس بات کا حکم

دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی کسی بھی جماعت اور ان کے امیر کو لازم پکڑے رہو! میں نے پوچھا: اگر ان کی کوئی بھی جماعت اور کوئی امیر نہ ہو تو (کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جاؤ، اگر چہ تم کو درخت کی جڑیں چبانا پڑے اور اسی حالت میں تم کو موت آجائے۔ (بخاری: ۲/۱۰۴۰)

جناب مسعود اور ان کے مقلدین و مسلمین کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں ''جماعۃ المسلمین'' سے ہمارا فرقہ اور ''امام'' سے ہمارا امیر مراد ہے اور تمام فرقوں سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ فقہی مسلک مراد ہیں جنہوں نے اللہ کے دیئے ہوئے نام ''المسلمین'' کو چھوڑ کر دوسرے نام رکھ لئے اور فرقوں میں بٹ گئے، لہٰذا جو شخص ہمارے ''جماعت المسلمین'' نامی فرقہ میں شامل ہو اور ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے وہی مسلم ہے، باقی کی ساری ملت اسلامیہ غیر مسلم ہے۔ مسعود صاحب اور جماعت المسلمین کی ان باتوں کو سن کر قرآن وحدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ جماعت کے امیر و بانی اور ان کی بے چاری رعایا سے اس حدیث کا مطلب سمجھنے میں زبردست غلطی ہوئی ہے یا پھر وہ جانتے بوجھتے پوری امت کو کافر قرار دے رہے ہیں، کم علم مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور تمام سلف صالحین نے اِس حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کی من مانی تشریح کے خطرناک جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بانی جماعت المسلمین مسعود اور ان کے فرقہ کے تمام افراد اس حدیث کے اندر کئی غلطیاں اور خیانتیں کرتے ہیں۔

(۱) پہلی غلطی یہ کرتے ہیں کہ حدیث کے تمام الفاظ کا اردو میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن اپنی نو پید جماعت کو زبردستی زمانۂ نبوت سے جوڑنے کے لئے لفظ ''جماعۃ المسلمین'' کا ترجمہ ''جماعت المسلمین'' ہی کرتے ہیں۔ اگر موصوف حدیث کا صحیح ترجمہ کرتے تو حدیث کی کسی کتاب میں ان کے فرقہ کا نام ونشان بھی نظر نہ آتا، جیسا کہ قارئین نے اوپر حدیث کے ترجمہ میں ملاحظہ کیا ہے، لیکن مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے ایسا ترجمہ کرتے ہیں، جس سے کم علم آدمی یہ سمجھتا ہے کہ نبی ﷺ نے چودھویں صدی کی اسی نام نہاد جماعت المسلمین کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۲) دوسری خیانت جناب نے یہ کی کہ اس حدیث پر عمل کے لئے موصوف نے جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی جبکہ پوری حدیث پڑھنے کے بعد معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ اس حدیث میں مخبرِ صادق رسول امین ﷺ نے پہلے سے موجود مسلمانوں کی کسی جماعت کو لازم پکڑنے اور کوئی جماعت نہ ہونے کی صورت میں جنگل میں چلے جانے اور موت تک پتے اور درخت کی جڑیں کھا کر جینے کا حکم فرمایا، جماعۃ المسلمین نہ ہو تو اس نام کا فرقہ بنانے اور اس کا کٹھ پتلی امیر بن بیٹھنے کا ہرگز حکم نہیں فرمایا، اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے ''کیف الأمر اذا لم تکن جماعۃ'' جب (مسلمانوں کی) کوئی

جماعت نہ ہو تو کیا کیا جائے (بخاری: ۱۰۴۰/۲) لہٰذا مسعود صاحب کا جماعت المسلمین نام کی جماعت قائم کرنا خود قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے اور اس کے باوجود دوسروں کو کافر ومشرک قرار دینا ستم بالائے ستم ہے۔

(۳) تیسری فحش غلطی امیر جماعت سے یہ ہوئی کہ حدیث کی کتابوں میں جہاں بھی جماعۃ المسلمین کا لفظ نظر آیا فوراً اس پر قبضہ کرلیا اور یہ سمجھنے سمجھانے لگے کہ اس سے میں اور میری من گھڑت جماعت المسلمین ہی مراد ہے، لیکن درحقیقت یہ موصوف کی محض خوش فہمی اور سراسر خام خیالی ہے، جو بالکل بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک کسی بھی حدیث میں ''جماعۃ المسلمین'' سے اس نام کا مخصوص گروپ مراد نہیں بلکہ مسلمانوں کی کوئی بھی متحد جماعت مراد ہے۔ چنانچہ جلیل القدر محدث، حافظ حدیث ابن حجر عسقلانیؒ بخاری ومسلم کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث میں ''جماعۃ المسلمین'' سے صحابہ کرامؓ یا علماء عظام یا مسلمانوں کی وہ جماعت مراد ہے جو کسی بادشاہ کی اطاعت پر متفق ہو اور اس حدیث میں ''امام'' سے مراد خلیفہ وامیر المؤمنین ہے، جیسا کہ طبرانی کے اندر اسی حدیث میں ''امام'' کے بجائے ''خلیفہ'' کا لفظ آیا ہے۔ (فتح الباری: ۴۷/۱۳) بلکہ خود حدیث شریف کے اندر اس طرف اشارہ موجود ہے کہ ارشادِ رسول ﷺ سے ''جماعت المسلمین'' نام کی مخصوص جماعت مراد نہیں ہے۔ مثلاً: المسلمین کا 'الف لام' امامھم کی 'ھم' ضمیرِ جمع، جماعۃ اور امامٌ کی 'تنوین' وغیرہ۔ جن اشارات کو عربی زبان سے واقف حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں۔

ایک عام مسلمان بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جس کو مسلمان اپنا امیر بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں، ملک کا اقتدار اس کے ہاتھ میں ہو، قانون کو نافذ کرنے کی صلاحیت اور قوت ہو وغیرہ۔ جبکہ جناب مسعود اور اس فرقہ کے کسی بھی امیر کو اپنے محلّہ بلکہ گھر پر بھی مکمل اقتدار حاصل نہیں ہے، تو ان کو پوری امت کا امیر قرار دینا ان کی بیعت کو لازم سمجھنا اور بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو جاہلیت کی موت مرنے والا کہنا سنگین بے دینی اور خطرناک گمراہی ہے اور ایسا کہنے والا خود حماقت اور جاہلیت کا شکار ہے۔ انصاف پسندی اور حق شناسی سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف کے الفاظ اور حافظ ابن حجرؒ کی مذکورہ تشریح نے مسعودی فرقہ کی غلط فہمی اور دھوکہ بازی کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ سمجھنے کیلئے صاف دل اور نیک نیتی کی ضرورت ہے۔

(۴) مسعود صاحب سے چوتھی سطحی غلطی یہ ہوئی کہ جب کچھ اہل علم نے بخاری ومسلم کی اس حدیث کو مختلف سندوں سے پیش کر کے اس کے صحیح مفہوم کو واضح کیا تو موصوف یہ بچکانہ سوال کرنے لگے ''یہ ثابت کیجئے کہ یہ تمام الفاظ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے تھے اور اگر آپ ثابت نہ کریں، اور آپ ہر

گز ثابت نہ کر سکیں گے تو پھر حدیث کا متن مختلف ہونے کی وجہ سے مضطرب ہو جائے گا اور حدیث متناً ضعیف ہو جائے گی‘‘۔ (الفرقۃ القدیمہ: ص/۱۵) حیرت ہے کہ چودہ صدیوں میں کسی محدث حتیٰ کہ حافظ ابن حجرؒ کو بھی ان حدیثوں کا متناً مضطرب اور ضعیف ہونا معلوم نہ ہو سکا اور چودھویں صدی کے ’’بی ایس سی، گریجویٹ، انگریزی سند یافتہ، بے سند محدِّث صاحب‘‘ نے (جو اپنے علم و فہم کے باوجود اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث پڑھنے کے بعد بھی ایک طویل زمانہ تک کفر کو اسلام سمجھتے رہے) اِس حدیث کے ضعف اور اضطراب کو دریافت کر لیا!!

(۵) اس صحیح حدیث شریف میں پانچویں تحریف و تلبیس، بانی جماعت المسلمین نے یہ فرمائی کہ حدیث مبارک میں جماعۃ المسلمین کی موجودگی میں نہیں بلکہ غیر موجودگی کے وقت جن فرقوں سے علاحدہ ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے، اُن فرقوں سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ فقہی مسلک مراد لئے ہیں۔لیکن آج تک اپنے اس دعوے پر کوئی ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کی جس کا جواب ان کو اور ان کے مقلدین کو قیامت کے دن دینا پڑے گا۔مسعود صاحب کی اس من مانی تشریح کے برخلاف محدث کبیر فقیہ اسلام ملا علی قاریؒ اس حدیث کی بالکل معتدل اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال کے مطابق تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ’’تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ یعنی ان گمراہ فرقوں سے جو اہل سنت والجماعت کے طریقہ کے خلاف ہیں (مرقاۃ: ۱۰/۱۰) اسماءِ رجال و تاریخ کی تمام معتبر کتابیں صاف گواہی دیتی ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے تمام مفسرین و علماء اور محدثین و فقہاء یا تو بذاتِ خود مجتہد تھے یا کسی مجتہد کے بتائے ہوئے مسائل کے مطابق عمل کرتے تھے، ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو نہ مجتہد ہو اور نہ کسی امام کی تقلید کرتا ہو۔جس کی قابل اطمینان تفصیل پیچھے باحوالہ لکھی جا چکی ہے۔

(۲) دوسری دلیل: جماعت المسلمین کی دوسری دلیل سورۂ حج کی آخری آیت کا یہ ٹکڑا ہے: ’’اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا‘‘ صرف قرآن اور صرف صحیح حدیث ہی کو ماننے والے ان نئے ’’مسلمین‘‘ کا کہنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام صرف مسلمین رکھا ہے تو اس کے ساتھ کوئی دوسرا نام رکھنا، اپنے آپ کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہلسنت، اہلحدیث، حتیٰ کہ مسلمان کہنا بھی حرام اور فرقہ واریت ہے جو کہ کفر شرک، عذاب، بغاوت اور باعث جہنم ہے۔ کیونکہ یہ سب خود ساختہ فرقہ وارانہ اور غیر اسلامی نام ہیں، جن کی وجہ سے انسان اسلام سے نکل جاتا ہے اور دین حق سے دور ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: فرقہ بندی شرک ہے، فرقہ واریت کفر ہے، فرقہ بندی عذاب ہے (دعوت الی اللہ: ص/۶) آگے لکھتے ہیں: فرقہ بندی سے مستقل نجات کے لئے لازم ہے کہ اپنے اپنے خود ساختہ اور فرقہ وارانہ ناموں کی قربانی دیدی جائے اور صرف اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام ’’مسلم‘‘ پر ہی اکتفا کیا جائے...... فرقہ واریت کے سدِّ باب کے لئے دوسرا اہم کام

یہ ہے کہ ہمارا دین صرف اسلام ہو، فرقہ وارانہ مذہب، مسلک یا مکتب فکر سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہو۔ (ص/۱۸)

محترم قارئین! غور کیجئے، چودہ سو سال میں سیکڑوں تفسیر کی کتابیں لکھی گئیں، ہزاروں مفسرین پیدا ہوئے لیکن کسی نے اس آیت کی نہ یہ الٹی تفسیر کی نہ مسلمین نام رکھنے کو فرض اور دوسرے ناموں کو شرک اور کفر قرار دیا۔ مسعود صاحب اور ان کے مریدین رائے وقیاس اور فقہ کے سخت دشمن ہیں اور ان کو کفر وشرک قرار دیتے ہیں، لیکن خدا کی کرنی کہ یہاں پر مسعود صاحب خود اس کفر وشرک میں مقلدین کے ساتھ شریک ہو گئے، کیوں اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمین رکھا، لیکن کسی بھی آیت یا حدیث میں دوسرا نام رکھنے سے منع نہیں کیا گیا ہے، لہٰذا مسعود صاحب کا دوسرے ناموں سے منع کرنا، اپنی رائے سے حلال وحرام کرنا اور شریعت سازی میں دخل دینا ہے، جو ان کے نزدیک سراسر کفر وشرک ہے۔ نیز جب بعض اہل علم حضرات اور علماء حق نے قرآن، صحیح احادیث اور اسلاف کی معتبر کتابوں میں مسلمین کے دوسرے نام بھی نکال کر دکھائے کہ مسلمین کو مؤمنین، حزب اللہ، عباد اللہ، عباد الرحمٰن وغیرہ بھی کہا گیا ہے، تو جس طرح قادیانیوں نے اپنی انگریزی نبوت کو بچانے کے لئے نبوت کی ظلی اور بروزی قسمیں اپنی طرف سے تراش لی تھیں، اسی طرح مسعود صاحب نے بھی (دورِ نبوت کے بعد سے تیرہ سو سال تک غائب رہ کر چودھویں صدی میں انگریزی سند یافتہ محقق کے ہاتھ پر اچانک ظاہر ہونے والی) ''جماعت المسلمین'' کی حفاظت کے لئے محض اپنی رائے اور قیاس سے اللہ ورسول ﷺ کے دیئے ہوئے ناموں کو دو خانوں میں بانٹ دیا (۱) ذاتی نام (۲) صفاتی نام۔ پھر سینہ تان کر کہنے لگے ''صفاتی ناموں سے ہمیں کب انکار ہے ہم تو کہتے ہیں کہ ذاتی نام صرف مسلم ہے'' اور قادیانیوں کی طرح اپنی اس شرکیہ تقسیم کی کوئی دلیل آج تک پیش نہ کر سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے فن رائے وقیاس میں اہل الرائے کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ مسعود صاحب تو اس دنیا سے چل بسے، ان کے مقلدین اور مریدین سے گذارش ہے کہ قرآن کی وہ واضح آیت یا بخاری ومسلم کی وہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث مبارک پیش کریں، جس کے اندر ناموں کی اس تقسیم کو بیان کیا گیا اور مسلمین کے علاوہ دوسرے نام رکھنے سے منع کیا گیا ہو یا ان کو صفاتی نام کہا گیا ہو۔ اگر ایسی کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امیر جماعت المسلمین نے شریعت میں دخل اندازی کی اور جو بات اللہ ورسول ﷺ نے نہیں بتائی تھی وہ دین میں انہوں نے داخل کر دی اور یہ عمل خود مسعود صاحب کی تحریروں کی روشنی میں کھلا شرک ہے۔ جس سے توبہ کئے بغیر وہ اس دنیا سے چلے گئے، لہٰذا ان کو امیر المسلمین کہنا، ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھنا اور ان کے لئے دعاء و استغفار کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں حرام ہوگا۔

جماعت المسلمین کے مخلص مسلمانوں سے دو مخلصانہ گذارشات

(۱) قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: أَلَا اِنَّ حِزبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: سن لو حزب اللہ ہی کامیاب ہونے والے ہے۔ (المجادلہ:۲۲) مسعود صاحب کے فکری زاویے اور اندازِ ترجمہ کی روشنی میں جماعت المسلمین کے تمام باحیات بھائیوں سے مخلصانہ گذارش ہے کہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے کیلئے فوراً لبنان جا کر جماعت حزب اللہ میں شامل ہوجائیں اور اس کے امیر سے بیعت ہوجائیں، ورنہ دونوں جہاں میں ناکام ہوجائیں گے، کیونکہ جماعت المسلمین کیلئے کامیابی کا وعدہ کسی آیت یا حدیث میں نہیں آیا ہے۔

(۲) ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ: اور تم نہ مرو مگر یہ کہ تم مسلمون ہو (عمران:۱۰۲) شاید جماعت المسلمین کے افراد اچھی طرح باخبر ہوں گے کہ پوری دنیا میں 'مسلمون' کی صرف ایک جماعت ہے وہ ہے مصر کی ''الاخوان المسلمون'' جسکے نام کے دونوں حصے خود قرآن سے ثابت ہیں، مسعود صاحب تو اس حکمِ قرآنی کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمون میں شامل ہوئے بغیر ہی انتقال کر گئے، جماعت المسلمین کے باقی ماندہ افراد سے التجا ہے کہ مرنے سے پہلے مسلمون بن جائیں ورنہ خاتمہ بالکفر کی سزا دائمی جہنم ہے۔

مسعود صاحب اور جماعت المسلمین اپنی کتابوں کی روشنی میں

مسعود صاحب خواہی نہ خواہی اس روشن حقیقت کا اقرار واعتراف کرتے ہیں کہ عہد رسالت کے بعد سے آج تک کی پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے اندر جماعت المسلمین نام کی کوئی جماعت نہیں تھی۔ (الجماعۃ القدیمہ:ص/۴۸ ☆ دعوت تحقیق:ص/۳۸) دوسری جگہ لکھتے ہیں: بیعت، شرائط ایمان میں سے ہے ورنہ جاہلیت کی موت مرے گا، یعنی کفر کی موت مرے گا، کفر کی موت سے بچنے کیلئے بیعت شرط ہے۔ (الجماعۃ القدیمہ:ص:۳۷) جماعت المسلمین سے نکلنا اسلام سے نکلنا ہے (ص:۳۸)

قارئین کرام! بانی فرقہ کے ان جملوں کی روشنی میں سوچیں؛ ایمان کے لئے بیعت شرط، بیعت کے لئے امیر شرط اور امیر کا اُس جماعت المسلمین سے ہونا شرط ہے، جس کی مخالفت کفر ہے، جو تقلید وقیاس کا شدت سے انکار کرتی ہے اور کسی فرقہ وارانہ فقہ اور مذہب سے ہرگز تعلق نہیں رکھتی، اور خود انہیں کے بقول ایسی جماعت المسلمین کا عہد رسالت کے بعد پوری تاریخ میں ہرگز کوئی پتہ اور کہیں نام ونشان نہیں ملتا ہے، تو فرقۂ جماعت المسلمین کے نزدیک مسعود صاحب سے پہلے کی اور موجودہ زمانہ کی پوری امت مسلمہ، مسلم رہی یا کافر؟

مسعود صاحب پوری قوت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں: قرآن مجید اور حدیث نبویؐ ہی حجت شرعی ہیں

......قرآن مجید اور حدیث نبویؐ پر ہی عمل کرنے میں نجات ہے اور بس۔ (دعوت حق: ص/۵) جب کسی شخص کو عقیدت واحترام کا اتنا بلند مقام دیا جائے کہ اس کی بات کو حتمی وقطعی سمجھا جائے تو یہ گویا اس کو رب بنانا ہے اور یہ فعل ایک قسم کا شرک ہے، دینی معاملات میں فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ (دعوت حق: ص/۲) یہی امیر صاحب اپنے ہی قلم سے تحریر فرماتے ہیں: قبر میں میت کو کس طرح لٹایا جائے یہ حدیث میں نہیں ہے، تواتر عملی ہے...... کیا یہ حجت نہیں ہے؟ کسی دینی فعل پر صحابہؓ کا اجماع بھی حجت ہے...... ویتبع غیر سبیل المؤمنین...... اور جو شخص مؤمنین کے راستہ کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کرتا ہے ہم اس کو ادھر ہی جانے دیں گے جدھر وہ جارہا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اجماع صحابہؓ گویا مؤمنین کا راستہ ہے، آیت کے نزول کے وقت مؤمنین صحابہؓ ہی تھے، ان کی پیروی میں نجات ہے، گویا اجماع صحابہؓ حدیث کی ایک قسم ہے، ورنہ ان کی پیروی سے نجات کیسے ملتی۔ (الجماعۃ القدیمۃ: ص/۳۸) مسعود صاحب کے عقید تمندوں اور جماعت المسلمین کے تمام افراد سے گذارش ہے کہ قرآن کی وہ واضح آیت یا وہ صحیح صریح مرفوع اور متصل حدیث پیش کریں جس کے تمام الفاظ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے اور اس میں تواتر عملی کو حجت بتایا ہو اور قرآن و حدیث کے علاوہ اجماع صحابہؓ کو بھی حجت، حدیث کی ایک قسم مؤمنین کا راستہ قرار دیا ہو۔ کسی مسئلہ میں صحابہ ؓ کا اجماع حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہی ہوا ہوگا، کیا مسعود صاحب اور ان کے مُقلّدین کے لئے صرف قرآن و حدیث کا دورِ نبوت والا اسلام کافی نہیں ہے؟ صحابہؓ کو عقیدت واحترام کا اتنا بلند مقام دینا کہ ان کی بات کو حتمی وقطعی اور حجت سمجھا جائے ان کو رب بنانا کیوں نہیں ہے، کیا یہ شرک صحابہؓ کے ساتھ جائز ہے؟ امیر فرقہ نے اپنی کتاب میں جو آیت پیش کی ہے اس سے صرف مؤمنین کے راستہ کی اتباع لازم ہوئی، اور مسعود صاحب اور ان کی جماعت چونکہ صرف اور صرف ''مسلمین'' ہیں، لہٰذا ان کی بات ماننا جہنم کا راستہ ہوگا۔

ایک جگہ یہی بی ایس سی مُحدِّث تحریر کرتے ہیں: ہر مسلم اہل حدیث یعنی مُحدِّث یا اہل علم نہیں ہوسکتا، مُحدِّث ہونے کے لئے حدیث کا وسیع علم ضروری ہے، جاہل کو عالم کیسے کہہ سکتے ہیں۔ (الجماعۃ القدیمہ: ص/۲۱) ......البانی صاحب کو کتنی حدیثیں مع سند اور احوال رجال کے زبانی یاد ہیں، کیوں آپ مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں، مُحدثین تو گذر گئے، اب تو وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ (ص:۲۲)

یہی امیرِ جماعت، کوتاہ فہمی اور کم علمی کی بدولت ناحق کو حق اور حق کو باطل سمجھ بیٹھنے والے ایک نواب صاحب (جو خود تحقیق کرنے کے بجائے امیر جماعت کی تحقیق پر بھروسہ کرتے ہوئے افضل وعظیم اماموں کی تقلید سے توبہ کرکے مسعود صاحب کے مُقلِّد بن گئے) کو ہمت دلاتے ہوئے لکھتے ہیں: دین کی تحقیق مشکل کام نہیں ہے

......تھوڑی بہت عربی بھی اگر آپ کو آ گئی تو آپ کا کام نکل جائے گا......اگر بالفرض محال آپ جاہل ہیں تو کیا اب آپ اتنے نا امید ہو چکے ہیں کہ عالم بن ہی نہیں سکتے۔(تلاش حق: ص؍۵۷)

حیرت ہے بانیٔ جماعت المسلمین کی عقل وخرد پر جو ہر مسلم کے محدّث بننے کو تو ناممکن قرار دے رہے ہیں، پوری دنیا میں کسی ایک شخص کو حتی کہ ناصرالدین البانی صاحب کو بھی محدِّث ماننے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ حدیث کا علم بہت وسیع ہے۔لیکن ہر عربی وعجمی، جاہل وعامی، نواب اور نواب زادے کو عظیم ترین فقہاء کی اجماعی تقلید سے نکال کر مُجتَہِدِ اسلام بنانے پر تلے ہوئے ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں اجتہاد کی تلوار تھمانا چاہتے ہیں کہ اس سے جس اصول وقانون کا چاہے خون کرے، پھر بھی ''مسلم'' ہی رہے۔حالانکہ ہر صاحب علم واقف ہے کہ دین میں اِجتہاد کرنا فَنِّ حدیث کے مقابلہ میں نہایت ہی اہم، نازک اور مشکل کام ہے، جسکی کچھ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

مسعود صاحب کا عقیدہ ہے کہ: اگر ہمارے عقیدہ میں یہ بات نہ ہو کہ تقلید سے گمراہی پیدا ہوتی ہے تو ہمارا ایمان کیسے کامل ہوگا، اس عقیدہ کو بھی جزوِ ایمان بنانا چاہئے۔(تلاش حق: ٦٦) مسعود صاحب اپنے مقلِّد نواب صاحب کو جو عقیدہ سکھا رہے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رکھتے تھے یا نہیں؟ اگر یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی عقیدہ تھا تو اس کا ذکر کس حدیث میں ہے؟ اور اگر ان کا یہ عقیدہ کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان کامل تھا یا ناقص؟ اور وہ کون سی گمراہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ یا امام احمدؒ کی بات پر عمل کرنے سے پیدا ہوئی؟

مسعود صاحب کے قلم کی یہ دوغلی تحریر بھی پڑھتے چلئے! چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے...... لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان سے لغزش نہیں ہوئی۔بیشک ہوئی......چاروں اماموں کے اقوال میں حرام وحلال کا فرق پایا جاتا ہے......اب ظاہر ہے کہ ایک ہی چیز بہ یک وقت حلال اور حرام نہیں ہوسکتی ہے، لہٰذا کسی کسی امام سے غلطی کا صدور لازمی ہے۔(تلاش حق: ۸۸) جن عظیم اماموں کے متعلق مسعود صاحب کا یہ خیال ہے کہ وہ انکے پیر کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں اپنی اِس تحریر میں اُنکے بتائے ہوئے معنی ومطلب کو لازمی طور پر غلط قرار دیتے ہیں، اور دوسری جگہ خم ٹھونک کر یہ زبردست عرش بوس دعویٰ بھی کررہے ہیں: قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کا صحیح ترجمہ معلوم کرنے کے لئے جماعت المسلمین کی طرف رجوع کیا کیجئے۔یہ ہماری چیزیں ہیں اور ہم ہی ان کا صحیح مطلب جانتے ہیں (الجماعۃ القدیمہ: ص؍١٠)

گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں صراحتاً کوئی جواب نہیں ہے، ایسے مسائل میں عام مسلمان دورِ صحابہؓ سے آج تک معتبر علماء کرام سے پوچھ کر انکی رائے اور قیاس

کے مطابق عمل کرتے آئے ہیں۔لیکن حقائق وواقعات سے ناواقف سلف صالحین کے آثار واعمال سے بے خبر امیر جماعت المسلمین کے نزدیک ہر عالم وجاہل، اُمّی وانَ پڑھ پر خود سے اجتہاد کرنا فرض اور اہل علم سے پوچھنا کفر ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں: علماء اور ائمہ کے اقوال وافعال،...... یقیناً منزل من اللہ (آسمانی) نہیں ہیں لہٰذا آیت مذکورہ کی رو سے ان کی پیروی منع ہے (دعوت حق: ص/۸) ان فقہ کی کتابوں میں جو کچھ ہے...... اس کا اتباع حرام ہے اور حرام کو حلال بلکہ واجب سمجھنا کفر وشرک ہے (تلاش حق: ص/۳۱) جماعت المسلمین ...... کے پاس کسی فتوے، رائے اور قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ (فرقوں میں جماعت کی پہچان: ص/۷)

فقہ وفتوؤں سے پاک ایک ہی اسلام کے عَلَم بردار امیر صاحب کی یہ رنگ برنگی بھی ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کیا......لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں حق پر تھے (تلاش حق: ص/۸۸) اپنی ہی بات کو جھٹلاتے ہوئے دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں: حق تو ایک ہی ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا ان مذاہب میں عقائد اور اعمال کا زبردست اختلاف ہو، حلال وحرام کا فرق ہو پھر بھی وہ سب حق ہوں۔ (دعوت حق: ص/۷)

امیر صاحب کی انکار تقلید سے انکارِ قرآن وحدیث کی طرف اس چھلانگ کا بھی مشاہدہ کیجئے: جن علماء کو لوگوں نے خود امام بنالیا ہے اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دے لیا ہے اُن کے ایمان کے ثبوت میں بھی ان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں...... ان (علماء) کے مومن ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کی تمام باتیں سو فیصدی صحیح ہوں گی؟ ان کی زبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلے گا، ان سے اجتہادی غلطی نہیں ہوگی۔ وہ تقیہ نہیں کریں گے۔ خوف ومصلحت کی خاطر حق کو نہیں چھپائیں گے...... نہ اُن کے پاس وحی آتی ہے کہ ان کو غلطی سے بچائے تو پھر بتائیے کہ ایسی صورت میں وہ امام کیسے ہوسکتے ہیں؟ (دعوت اسلام: ص/۲۰) غور کیجئے!! نام نہاد دعوت اسلام کی اس گمراہ ترین، مخالفِ اسلام تحریر کو مان لینے کے بعد حقیقی محمدی اسلام کا کوئی شعبہ محفوظ ومامون اور قابل عمل رہ سکتا ہے؟ بخاری، مسلم یا حدیث وتفسیر کی کسی بھی کتاب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ کیا تقلید دشمنی کی آڑ میں امیر مسعود اور جماعت المسلمین کے افراد اسلام کی بنیاد نہیں اکھاڑ رہے ہیں؟

مسعود صاحب، جماعت المسلمین اور تقلید کے دوسرے مخالفین حضرات سے ایک زبردست غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے چاروں مسلکوں کے فقہی اختلافات کو غلطی سے عقائد کا افتراق اور دینی ومذہبی اختلاف تصور کرلیا اور یہ کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی اختلاف تھا ہی نہیں اور بالفرض اگر تھا بھی تو قرآن و

حدیث سے رجوع ہو کر انہوں نے اس کو ختم کر دیا تھا۔ پھر وہ قرآن و حدیث میں افتراق و اختلاف سے ممانعت والی جتنی آیات و تعلیمات ہیں سب کو ان فقہی مسلکوں پر چسپاں کرتے چلے جاتے ہیں، پھر ان فقہی مسلکوں کے نقصانات کو بتانے کے لئے کئی سو سال پہلے دو چار مقامات پر ہونے والی آپسی لڑائیوں کا تذکرہ کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ صحابہ کرامؓ کے درمیان بے شمار مسائل میں اخیر تک اختلاف رہا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوا جس کا سوائے جاہل یا ہٹ دھرم کے کوئی انکار نہیں کر سکتا، لیکن صحابہ کرامؓ نے اس اختلاف کو کبھی قرآن و حدیث کے خلاف نہیں سمجھا اور نہ اس اختلاف کو ممنوع قرار دیا۔ اس فرقہ کی طرف سے تقلید پر کیے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات پیچھے دیئے جا چکے ہیں۔ رہا آپسی لڑائیوں کا مسئلہ تو وہ ایک عارضی اور وقتی فتنہ اور اعتدال کی حد سے آگے بڑھنے کا نتیجہ تھا، جس کا نہ فقہ سے کوئی جوڑ تھا نہ اماموں سے کوئی تعلق، نہ کسی مسلک کی تعلیمات سے کوئی واسطہ۔ عالم کبیر، خادمِ حدیث حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حنفیت و شافعیت کا اختلاف بھی دین میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے، نہ یہ اختلاف اھوا (خواہش نفس) پر مبنی (قائم) ہے نہ اتباع متشابہات کا نتیجہ ہے، نہ علمِ سلف سے بے خبری اس کی بنیاد ہے...... اگر نا اہلوں اور بے علموں نے اس کو پارٹی بندی کا ذریعہ بنالیا ہے تو یہ قصور اُن کا ہے۔ (ترجمان السنۃ: ۱/۹۷) آج کے دور میں جبکہ چاروں مسالک کے مقلدین علماء کرام پورے عالم اسلام کی نمائندہ تنظیم "رابطۂ عالمِ اسلامی" کے تحت ایک پلیٹ فارم پر بغیر کسی اونچ نیچ کے، ایمانی اُخُوَّت اور اسلامی بھائی چارہ کے ساتھ جمع ہو کر امتِ مسلمہ کی رہنمائی کر رہے ہیں، اور عوام مقلدین دعوت و تبلیغ کی مبارک و نبوی محنت میں کندھے سے کندھا ملا کر، شیر و شکر ہو کر ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، صدیوں پرانی لڑائیوں کا تذکرہ کرنا یقیناً پیارے نبی ﷺ کی کوئی بھولی ہوئی سنت تو بالکل نہیں ہے جس کو زندہ کرنے کی یہ لوگ انتھک کوشش کر رہے ہیں البتہ اُن یہود و نصاریٰ کی بے شک تقلید ہے جو اسلام لانے کے بعد اوس و خزرج کے سامنے پرانی لڑائیوں کا تذکرہ کرتے تھے تاکہ صحابہؓ کے درمیان پھر اختلافات اور دشمنیاں پیدا کی جائیں۔

جماعت المسلمین اور تقلید ائمہ کے دیگر مخالفین، تقلید شخصی کے متعلق بھی بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں اور پوری بات سمجھے بغیر ہی اس کو کفر کہنے لگتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اقوالِ رجال سے نفرت و بیزاری کے باوجود قرآن و حدیث کو چھوڑ کر وہی علماء کے اقوال نقل کرتے چلے جاتے ہیں جو ان کے نزدیک حجت ہی نہیں ہیں۔ محدث وقت، فقیہ عصر مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم تقلید شخصی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: یہاں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ "تقلید شخصی" میں "شخص" سے مراد شخص حقیقی نہیں ہے، بلکہ شخص حکمی ہے۔

یعنی خاص مکتب فکر کی تقلید کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے، کسی معین آدمی کی ہر ہر مسئلہ میں تقلید نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ مذاہب اربعہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کسی بھی مکتبِ فکر (مسلک) میں کسی ایک امام کے سارے ہی اقوال مفتٰی بہ نہیں ہوتے ہیں۔ (مقدمہ حدیث اوراہلحدیث)

مسعود صاحب کا دعویٰ تو یہ تھا کہ وہ ''مسلمین'' کے امیر ہیں لیکن پوری زندگی وہ قلم کے ذریعہ صرف مسلمانوں ہی سے جہاد کرتے رہے۔ ایک کتاب بھی غیر مسلموں کے مذہب کے خلاف اوران کو دعوت اسلام کے موضوع پر نہیں لکھی۔ اگران کے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو شاید وہ بھی پہلے مسلمانوں کے خلاف ہی چلتی۔ نیز موصوف نے اپنی چھوٹی بڑی تقریباً ہر کتاب میں صرف اختلافی مسائل ہی کو نشانہ بنایا ہے جو ان کی انتشار پسند ذہنیت کا بیّن ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں امت مسلمہ کے متفقہ فیصلوں کا انکار، غلط سلط عقائد وآراء اورآیات واحادیث کی من مانی تفسیر کا ایک ڈھیر ہے جس کو اہل علم واصحاب فہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ (تفصیل کیلئے پڑھئے: تجلیات صفدر) اسی طرح اس فرقہ کے مرکز میں کمرہ بند کرکے پکار پکار کر، تکرار کے ساتھ قرآنی آیات کے ذریعہ جِنّاتی علاج کرنے کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے جو کہ ہمارے زمانے کے عاملوں کا طریقہ ہے۔ اس فرقہ کے امیر پاکستان میں مقیم ہیں اور ہندوستان میں رہنے والے افراد شاید خط کے ذریعہ ان سے بیعت کرتے ہیں، ان کے یہ دونوں عمل رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقہ کے سراسر خلاف ہیں۔

خالص قرآن وصحیح حدیث کے نام پر گریجویٹ محقق مسعود صاحب کی فاش غلطیوں کے یہ چند نمونے ہیں، اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ مسعودی فرقہ کے کوئی صاحبِ ہمت اگراس کا جواب دینا چاہیں تو صرف قرآن وصحیح حدیث سے دیں۔ رائے قیاس، استدلال اوراقوال الرجال کے کفر کو مقلدین ہی کے لئے چھوڑ دیں۔

الغرض چودھویں صدی میں پیدا ہونے والی جماعت المسلمین کا اوراسکے امیر کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں، نہ قابل اعتماد محدثینؒ، مفسرینؒ اور علماء کرامؒ نے اس آیت وحدیث کے وہ معنی بیان کئے ہیں جواس فرقہ کے لوگ کرتے ہیں۔ اسلام کی پوری چودہ سوسالہ تاریخ میں نہ جماعت المسلمین نام کے کسی فرقہ کا کوئی نام و نشان ملتا ہے نہ کسی ایسے امیر کا تذکرہ نظر آتا ہے جو چاروں اماموں کی تقلید کو حرام قرار دیتا ہواور خود دوسرے بادشاہوں حتی کہ کافروں کی حکومت میں رعایا بن کر رہتا ہو، اور پھر بھی سارے مسلمانوں کا خلیفہ اورامیر ہو۔ اس فرقہ کے لوگوں کا اپنی نئی اور خود ساختہ جماعت کا نام جماعت المسلمین رکھ کر اپنے کو حق پر سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی کا قرآن میں، احمد نام دیکھ کر اپنے نبی ہونے کا دعوی کرنا۔ کوئی آدمی صرف نام رکھنے سے نہیں بلکہ عقیدہ اور عمل کو درست کرنے سے مسلم اور حقیقی جماعۃ المسلمین ہوتا ہے۔

دورحاضر کی ایک اہم ترین کتاب

نام کتاب : انکشافِ حق

مصنف : مولانا خلیل احمد خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر : مکتبہ اہل سنت والجماعت، ماڈرن جوگیشوری، ممبئی

قانون قدرت کے مطابق دنیا کے اس کارخانہ میں حق و باطل کے درمیان جنگ ابتداء سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ حق اپنی سچائی وصداقت، فطری حسن و جمال اور اندرونی قوت وکشش کی بنیاد پر ہمیشہ دنیا پر غالب رہتا ہے۔ چونکہ باطل، حق کی طرح شرافت و دیانت، امانت وصداقت اور سچائی وخدا پرستی کا پابند نہیں ہوتا اسی لئے وہ حق اور اہل حق کو بدنام کرنے، مخلوق خدا کو گمراہی کے جال میں پھانسنے کیلئے جھوٹ و بہتان، غلط الزامات واتہامات کا سہارا لیتا اور اہل حق کے ہنر کو بھی ناواقف عوام کے سامنے عیب بتا کر حق کو توڑ موڑ کر پیش کرتا ہے۔ انہی برائیوں سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ سے ڈرنے اور ایمان وعمل صالح کو اختیار کرنے کی تاکید فرمائی، خصوصاً سورۂ نور اور سورۂ حجرات کے اندر اہل اسلام کے درمیان لڑائی جھگڑے پیدا کرنے والوں، بندگانِ خدا پر جھوٹے الزامات لگانے والوں اور ان جھوٹی افواہوں پر بلا تحقیق یقین کرنے والوں کو سخت وعید اور شدید عذاب کی دھمکی دی ہے۔

ان واضح احکام اور کھلی ہوئی روشن ہدایات کے باوجود ماضی کی طرح آج بھی حق پرستوں کو بدنام کیا جارہا ہے اور اُن پر جھوٹے الزامات کی بوچھار کی جارہی ہے۔ جس کی ایک زندہ مثال عشق الٰہی اور محبت نبی ﷺ میں ڈوبی ہوئی علماء دیوبند کی وہ مظلوم وحق پرست جماعت ہے جو ایک مؤرخ اسلام کے بقول ہندوستان میں اسلام کو اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ پیش کرنے کا عزم رکھتی ہے، وہ ایک تحریک اصلاح ہے جو مسلم معاشرہ کو غیر اسلامی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک کر کے صحیح معنی میں اسلامی معاشرہ میں تبدیل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ جو شخص صاف دل کے ساتھ علماء دیوبند کی تاریخ کا مطالعہ کرے تو اس کو بلاشبہ ارشادِ رسول ﷺ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین (ترجمہ) وہ-علماء- اسلام سے غلو کرنے والوں کی تحریف، اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے (ابن ماجہ) کا نقشہ نظر آئیگا۔ تیرہویں صدی کے اُس خطرناک دور میں جب کہ ملت اسلامیہ اور خلافت عثمانیہ دونوں خطرہ میں تھے توحید و سنت کے مستانوں کا یہ بلالی قافلہ اور شرک وبدعت کے دشمنوں کا یہ فاروقی کاروان اَحد اَحد کی صدا لگاتا ہوا یوپی

کی مردم خیز سرزمین 'دیوبند' میں جمع ہوا، وہاں ایک عالمگیر ربّانی تحریک کی صورت میں جلوہ افروز ہوا اور ایمانی شجرۂ طیبہ کی شکل اختیار کرگیا۔ پھر وہ درخت پھیلتا گیا تو اس کا ایمان افروز، روح پرور سایۂ حق وصداقت، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنو، بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین دلی اور مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ کے روپ میں امت مسلمہ پر سایہ فگن ہوا۔ عموماً شمع رسالت کے پروانے یہی علماء دیوبند، ایک طرف میدانِ جہاد میں انگریزی سامراج کا ڈٹ کر مقابلہ کررہے تھے اور دوسری طرف شرک وبدعت کی تاریکیوں میں حقیقی عشق رسولؐ اور کامل اتباعِ سنت کے بے شمار دیپ جلا رہے تھے۔ جہاں بھی اسلام کے خلاف کوئی علمی یا سیاسی فتنہ اٹھتا یہی علماء دیوبند سب سے پہلے اس کے خلاف کھڑے ہوتے گویا وہ اپنے لئے نہیں بلکہ اسلام کے لئے جی رہے تھے۔
اُن کا یہی کارنامہ ہے جو کچھ لوگوں کو پسند نہ آیا اور اپنے مخصوص مسلکی نظریات کی حفاظت کی خاطر انہوں نے علماء دیوبند کی مخالفت اور اُن پاکبازوں کو بدنام کرنے کی عالمی مہم شروع کردی۔ اسی کو اپنا مقصد حیات اور زندگی بھر کا مشن بنالیا، علماء دیوبند کی صحیح باتوں کا غلط مطلب نکال کر زبردستی کفریہ جملے اُن کے سر تھوپے گئے۔
انھیں مخالفین دیوبندیت میں ایک ہستی صاحبِ علم وحق گو شخصیت مولانا خلیل احمد خان صاحب قادریؒ کی بھی ہے جو پہلے اپنے اساتذہ کی عقیدت واعتماد پر علماء دیوبند کو کافر و گستاخِ رسول سمجھتے اور ان کی مخالفت میں کوئی کمی نہ چھوڑتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ جب آپ کے سامنے یہ حیرت انگیز انکشاف کسی نے کیا کہ مخالف حضرات جو عقائد، علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ جھوٹے اور غلط الزامات ہیں جن سے خود علماء دیوبند اپنی براءت اور بیزارگی کا اظہار کرتے ہیں تو آپ کے دل ودماغ پر ایک بجلی گر پڑی، پھر آپ نے علماء دیوبند کی کتابوں کو خود پڑھنا شروع کیا جس کے نتیجے میں آپ پر حق منکشف ہوگیا، راہِ ہدایت کا دروازہ کھل گیا، جھوٹے پروپیگنڈہ کے گندے اثرات ختم ہوگئے اور آپ نے سابقہ عقائد سے توبہ کرکے حق کا دامن تھام لیا۔ اس زبردست انقلاب کے نتیجہ میں آپ پر حملے بھی ہوئے، بدنام بھی کیا گیا لیکن آپ حق پر جمے رہے، پھر حق کی اشاعت اور باطل کے خاتمہ کیلئے آپ نے "**انکشاف حق**" کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں علماء دیوبند پر لگائے جانے والے ان تمام جھوٹے الزامات کا تحقیقی اور تشفی بخش جواب دیا جن سے بار بار بیزارگی وبراءت کے اظہار کے باوجود کچھ حضرات خوفِ خدا اور فکر آخرت سے خالی ہوکر تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اُن غلط عقیدوں کو زبردستی علماء دیوبند کی طرف منسوب کررہے تھے تاکہ عوام کو حق بات سننے سے پہلے ہی اُن علماء سے دور کردیا جائے۔ دینِ حق کے متلاشی، امت مسلمہ کی بھلائی اور اتحاد کے خواہشمند حضرات کیلئے یہ کتاب یقیناً ایک عظیم تحفہ اور سچائی کا یوسفی گواہ ہے۔

مشعلِ راہ

☆ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (سورۂ انفال: آیت ۴۶)

☆ اللہ حکم دیتے ہیں انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا، اور منع کرتے ہیں بے حیائی سے اور گناہ کے کاموں سے اور سرکشی سے۔ (سورۂ نحل، آیت ۹۰)

☆ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی اتباع ضروری ہے تم اس کو تھام لو اور لازم پکڑ لو۔ (ترمذی، حدیث ۲۶۷۶)

☆ میری امت کے تہتر فرقوں میں سے صرف وہ جنت میں جائے گا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلے گا۔ (ترمذی شریف، حدیث ۲۶۷۶)

☆ اے مسلمانو! ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض و دشمنی نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رخی اختیار نہ کرو، اللہ کے بندے بن کر آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر زیادتی کرتا ہے، (اگر کوئی دوسرا اس پر زیادتی کرے تو) اس مسلمان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ہے، نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے، مسلمان کا خون، اس کا مال، اس کی عزت، دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے۔ (مسلم شریف، حدیث ۶۵۴۱)

☆ اے معاذ! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ، والدین کی نافرمانی نہ کرنا، فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا کوئی ذمہ (وعدہ) نہیں ہے، شراب نہ پینا کیوں کہ شراب ہر برائی اور گندگی کی جڑ ہے، اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے، اپنے گھر والوں کو اللہ سے ڈراتے رہنا (مسند احمد، ۵/ ۲۳۸)

☆ انسانوں میں سب سے اچھا اور میرے نزدیک سب سے پیارا آدمی وہ ہے جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں (بخاری شریف: ۳۷۵۹/۳۵۵۹)

☆ تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے رہو اور گناہوں سے روکتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر زبردست عذاب اتاریں گے اور تمہاری دعاؤں کو قبول نہ کریں گے (ترمذی: ۲۱۶۹)